سُبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ

تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

ماہنامہ الحقیقہ پاکستان

شمارہ 6۔ جلد 20
مارچ 2020ء / رجب المرجب

شبِ معراج النبی مبارک



حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات

واقعۂ معراج شریف

شانِ محبوبِ باری

خالص اور ناخالص توحید



عدل و انصاف کا اسلامی تصور

کشورِ علم و فضل کے تاجدار
حضور مفکرِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ
(اداریہ)

تقویٰ

گوشۂ خواتین

فہرست

نعت شریف

عرش و کعبہ سے ہے برتر وہ زمیں
جس میں ہے سید کل تخت نشیں

انبیا میں بھی ترا ثانی نہیں
تو کہ ہے ختم نبوت کا نگیں

شاہا ! کونین کی تقدیر ہے تو
صاف کہتی ہے تر ی لوح جبیں

معنی سرور کونین ہے یہ
ملک کو نین ترے زیر نگیں

ٹپکے جو عشق شہِ والا میں
اشک کیوں کہیۓ وہ ہے درِ ثمیں

دل ہے پر کیف تو آنکھیں ٹھنڈی
تیرے کوچے پہ فدا خلد بریں

کیا وہ سرکار نہ جانیں گے مجھے
جو ہیں اسرارا لوہی کے امیں

جو انہیں اپنے برابر سمجھے
ایسا گستاخ ہے مردود و لعیں

مانگوں اللہ کے محبوب سے میں
کوئی ہوتا ہے تو ہو چیں بجبیں

نفس و شیطان سے کیا کام اسے
جو ترا بندہ ہے اے سرورِ دیں

دل ناپاک کو لے جاؤں کہاں
میرے آقا اسے رکھ لیجۓ کہیں

مرشدِ پاک ہے اک فضلِ نبی
ورنہ میں اور مدینے کی زمیں

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-٦٣

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کشورِ علم وفضل کے تاجدار........... حضور مفکّرِ اسلام

یہ ایک حقیقت ہے کہ اولیاء اللہ کے بلند مراتب کا سبب خوفِ الٰہی، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور متابعتِ شریعت رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس خوف وعشق ومتابعت کے لیے تحصیلِ علم اور درکِ قرآن وحدیث لازمی ہے۔ چنانچہ تاریخِ اسلامی کے تمام نمایاں بزرگ اپنے اپنے زمانے میں علم وفضل میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تصوف کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے علمِ شرع میں مہارت حاصل کرنا ہمیشہ اس طبقہ میں مروّج رہا۔ حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ، حضور سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ، حضور سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ، حضور سیدنا بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمہ، حضور سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ، حضور سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ سمیت تمام اکابرین جہاں اقلیمِ درویشی کے بادشاہ تھے، کشورِ علم وفضل کے بھی تاجدار تھے۔ ان حقائق کا انکار کرنے والا بہت بڑا جاہل ہے۔ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ فرما گئے:

پیر آں چناں باید کہ در احکام شریعت و طریقت و حقیقت عالم باشد وچوں ایں چنیں باشد او خود ہیچ نا مشروع نفر مانید۔ (فوادالفوائد)

ترجمہ: پیر ایسا ہونا چاہئے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا علم رکھتا ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو وہ کسی ناجائز کام کا نہ کہے گا۔

حضرت یحیٰی بن معاذ رازی علیہ الرحمہ کا قول ہے:

اِجْتَنِبْ صُحْبَةَ ثَلَاثَةِ اَصْنَافٍ مِّنَ النَّاسِ اَلْعُلَمَاءِ الْغَافِلِیْنَ وَالْفُقَرَاءِ الْمُدَاهِنِیْنَ وَالْمُتَصَوِّفَةِ الْجَاهِلِیْنَ. (کشف المحجوب)

ترجمہ: تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرو۔ ایسے علماء سے جو غافل ہوں، ایسے فقیروں سے جو دھوکہ باز ہوں اور ایسے صوفیوں سے جو جاہل ہوں۔

علامہ ابنِ جوزی جو صوفیاء پر تنقید کرنے میں مشہورِ عالم ہیں، وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں:

وَمَا كَانَ الْمُتَقَدِّمُوْنَ فِی التَّصَوُّفِ اِلَّا رُءُوْسًا فِی الْقُرْاٰنِ وَالْفِقْهِ وَالْحَدِیْثِ وَالتَّفْسِیْرِ

ترجمہ: صوفیاءِ متقدمین علومِ قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے۔

پاسبانِ شریعت وطریقت، واقفِ اسرارِ حقیقت، حضور مفکرِ اسلام اعلیٰحضرت عظیم البرکت قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہٗ العزیز بھی علم وفضل کے اعتبار سے اپنے دَور کی ایک بے مثل شخصیت تھے۔ آپ کی تحریر، تقریر اور شاعری اس پر گواہ ہیں۔ اگر چہ اس ضمن میں بہت کچھ کہا اور لکھا جا سکتا ہے، تاہم یہاں گنجائش کے مطابق آپ کے چند معاصرین کی طرف سے آپ کو پیش کیے گئے خراجِ تحسین کی جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں جن سے آپ کے بلند علمی مرتبے کا کسی حد تک اندازہ ہوگا۔

☆۔ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۶۵ء کے عرصہ میں غزالیٔ زماں، امام اہلسنت علامہ احمد سعید شاہ کاظمی صاحب علیہ الرحمہ سے گاہے بگاہے ملاقات رہی۔ آپ نے ایک تقریب میں ان کی موجودگی میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اسمِ گرامی 'محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم' کے معارف بیان کئے تو انہوں نے خوب داد دی اور فرمایا: 'جی چاہتا ہے یہ بیان کرتے جائیں اور میں سنتا جاؤں'۔ پھر خود بھی اسی موضوع پر اپنے مخصوص علمی وفکری انداز میں اظہارِ خیال فرمایا۔

☆۔ ایک مرتبہ کسی جریدے میں ایک بدعقیدہ شخص کے جنازے کی تصویر چھپی۔ تصویر میں قبلہ کاظمی صاحب علیہ الرحمہ بھی نمایاں تھے۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کو اس پر حیرت ہوئی اور آپ نے ان کے ساتھ قلبی وابستگی کی وجہ سے خط لکھا اور بدعقیدہ کی نمازِ جنازہ میں بظاہر موجودگی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ بعدازاں آپ کی کسی موقع پر قبلہ کاظمی صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میں اس نمازِ جنازہ میں شریک نہیں تھا، بلکہ قریب سے گذرتے کیمرے کی زد میں آ گیا تھا۔ اتنا جاننے کے بعد ہمارے حضور نے اپنے خط پر ملال کا اظہار کیا تو فرمانے لگے: ''مجھے اپنی زندگی میں دو مرتبہ انتہائی خوشی ملی ہے۔ ایک مرتبہ جب مدینہ شریف بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم میں حاضر تھا اور ایک نجدی مولوی نے اندازِ حاضری پر اعتراض کیا، میں نے دلائل کے ساتھ اسے لاجواب کر دیا۔ وہ دوسرے مولوی کو لے آیا۔ لیکن میرے دلائل کے آگے اس کا دیا بھی نہ جل سکا، اس طرح اور مولوی بھی آتے رہے اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی فیضِ نگاہ سے سب بھاگ گئے۔ تب مجھے بہت خوشی ہوئی تھی۔ دوسری مرتبہ جب آپ کا مکتوب ملا تو آپ کے افکار جان کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ آج کے دور میں بھی اس قدر 'تَصَلُّبَ العقیدہ' (عقیدے پر انتہائی سخت) شخص موجود ہے۔''

☆۔ عالمِ اسلام کی نامور علمی شخصیت مفسر قرآن جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری علیہ الرحمہ (بھیرہ شریف) نے ماہنامہ 'ضیائے حرم' شروع کیا (اس رسالے کا نام بھی ہمارے حضور نے تجویز فرمایا تھا) تو ان کی خواہش پر حضور مفکر اسلام قدس سرہٗ النورانی نے مضامین بھیجنے شروع کیے۔ تب ایک مرتبہ فرمایا: ''میں مصر (جامعۃ الازہر) سے علم حاصل کر کے آیا ہوں، لیکن مجھے اتنا علم حاصل نہیں ہو سکا جتنا علم یہ رکھتے ہیں۔'' یاد رہے کہ یہ دونوں شخصیات عجز وانکساری اور باہمی احترام کے جذبات سے لبریز تھیں۔

☆۔ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں اردو ڈیپارٹمنٹ کے صدر اور بہترین شاعر پروفیسر تجمل سلیمی صاحب کا فرمان ہے:

''حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ امیر مینائی اور (آفتابِ چشت) پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے پائے کے شاعر ہیں۔''

☆۔ مناظرِ اسلام علامہ ضیاء اللہ قادری صاحب علیہ الرحمہ (سیالکوٹ) فرمایا کرتے تھے: ''اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے بعد عقایدِ اسلامی کی صحیح ترجمانی اگر کہیں بھرپور نظر آتی ہے تو وہ علامہ آسی صاحب علیہ الرحمہ کی شاعری میں نظر آتی ہے۔''

☆۔ پاکستان کی نامور مذہبی شخصیت سرمایۂ اسلام جناب علامہ ڈاکٹر رضاء الدین صدیقی (ڈائریکٹر ادارہ 'زاویہ' لاہور) فرماتے ہیں:

''ان سے گفتگو کے دوران یوں محسوس ہوتا تھا کہ علم کا ایک دریا رواں ہے۔ ایک ایسا دریا جس میں بیش بہا نادر و نایاب موتی ہیں۔ اور اس پر کمال یہ ہے کہ ہر شخص کی فہم وفراست اور ذہنی سطح کے مطابق اس سے محوِ کلام ہوتے۔ فضیلتِ علمی کے اوجِ کمال پر فائز ہونے کے باوجود ان کا لباس، ان کی شخصیت، ان کا رہن سہن بے انتہا سادہ

تھا۔ مزاج میں کسی تکبر اور رعونت کا شائبہ تک نہیں تھا۔"

☆۔ حضرت العلام، شیخ الاسلام صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی صاحب (سجادہ نشین آستانہ خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ) کا ارشادِ عالیشان بھی ملاحظہ کیجئے:

"حضور مفکرِ اسلام قدس سرہُ العزیز اپنے دَور کی وہ قد آور علمی، دینی، ادبی اور روحانی شخصیت ہیں جنہوں نے اسلام کی صداقت، مسلکِ اہلِ سنّت و جماعت کی حقانیت وحفاظت، دلائل و براہین سے اور بھرپور ترجمانی فرمائی۔ آپ کی علم دوستی، معارف پروری، خلوص ومحبت، زُہدوتقویٰ اور حکیمانہ طرزِ گفتگو نے ایک عالم کو متاثر کیا۔ آپ کے اندازِ تربیّت اور فیضانِ صحبت نے ہزاروں نوجوانوں کو بے مقصد زندگی سے نکالا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فروغ اور اصلاحِ اُمّت کے لیے جدّ وجہد کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ آپ کی تحریروں میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مہک ہے۔ آپ کی جگمگاتی تحریروں نے دورِ جدید کی متعفّن اور تاریک فضاؤں میں حُبِّ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انوار اس فیاضی سے بکھیرے کہ ہر طرف تاریکیاں اجالوں میں بدل گئیں۔"

☆۔ آپ کا تعلق عالمِ اسلام کی نامور علمی شخصیات کے ساتھ رہا۔ ۱۹۶۰ء میں لاہور قیام کے دوران قائد اعظم علیہ الرحمہ کے دست راست اور تحریک آزادی کے عظیم مجاہد مولانا محمد بخش مسلم صاحب علیہ الرحمہ سے شرفِ ملاقات رہا۔ آپ انہیں اپنا استاد کہا کرتے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں فیض الملّۃ، شیخ الحدیث حضرت علاّمہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال ملاقات و باہمی استفادہ کی صورتحال رہی۔ شیخ القرآن مولانا سردار احمد محدث علیہ الرحمہ کی زیارت اور علم کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا موقع بھی ملا۔ ڈسکہ میں مفتی معین الدین صاحب کے پاس مسائل پر بحث کے لیے اور بھکّی شریف علاّمہ جلال الدین صاحب علیہا الرحمہ کے پاس کسی حدیثِ پاک کی شرح کے لیے بھی کبھی کبھار جانا ہوتا۔ مکہ و مدینہ شریف اور بریلی و سرہند شریف سمیت ہندوستان کے متعدد علماء کے ساتھ بھی آپ کا علمی و قلمی تعلق رہا۔ یونہی شاعری کا بلند ذوق بھی وہبی تھا۔ تاہم آپ نے اپنے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مولانا نور عالم خالد مرحوم، غلام حسن طور اور علاّمہ مولانا محمد جلیل رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند نظر شعراء سے بھی کسی حد تک استفادہ کیا۔ یاد رہے کہ آپ کی وسیع شاعری اردو، پنجابی کے علاوہ انگریزی اور فارسی میں بھی موجود ہے۔

☆۔ مسلمانوں کی حالتِ زار پر آپ کے اضطراب اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے ضمن میں آپ کی مساعیٔ جمیلہ پر شیخ الحدیث والتفسیر استاذ الاساتذہ علامہ احسان الحق صاحب فیصل آبادی علیہ الرحمہ (جو کہ بے شمار نامی گرامی و عالی مرتبت شخصیات کے معزز استاد تھے) نے ایک خط تحریر کر کے سب سے پہلے آپ کے لئے "مفکرِ اسلام" کا لقب استعمال کیا۔ بعد ازاں شیخ الحدیث علامہ ابو الفیض پیر عبدالکریم ابدالوی چشتی رضوی علیہ الرحمہ (خانقاہ ڈوگراں) نے آپ کو 'حضور مفکرِ اسلام' کہا اور پھر یہ لقب زبانِ زدِ عام ہو گیا۔

☆۔ آپ کے بلند علمی مقام کا مزید ثبوت آپ کی وہ عالی شان تصنیفات ہیں جو ایک عظیم علمی و ادبی سرمایہ ہے۔ ۳۰ سے زائد کتب چھپ چکیں جبکہ ۲۰ سے زائد اشاعت طلب ہیں۔ ماہنامہ الحقیقہ، نقشِ لاثانی اسلامک یونیورسٹی، جامعہ انوارِ لاثانی، نقشِ لاثانی اسکولز، لاکھوں کتابوں پر مشتمل نقشِ لاثانی اسلامک لائبریری، سینکڑوں کو عالم بنانا، یہ سب آپ کے علم و فضل اور علم دوستی کا بیّن ثبوت ہے۔

مذکورہ بالا سطور کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ اللہ کے ولی علم دوست اور علم پرور نفوس ہوتے ہیں۔ جہالت سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ ان کا سینہ انوارِ الٰہی سے روشن اور ان کی فکر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے آبِ حیات سے دھلی ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ ان کی صحبت و سنگت کو اختیار کرتے ہیں، رب کی رحمتوں سے مالا مال ہو کر وہ بھی ستھرے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پاک طینت بزرگوں کی مجلسیں نصیب کر کے ہمیں دنیا و آخرت میں سرخرو کرے۔

واقعہ معراج شریف

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ذیل میں مشہور محدث حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی بلند پایہ کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' کے باب متعلقہ معجزہ معراج کا خلاصہ دیا جا رہا ہے مگر واقعاتی ترتیب کے ساتھ۔ وہ احادیث مبارکہ جو یہاں مندرج نہیں ہوئی، ان کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ جو درج ہیں، کوشش کی گئی ہے کہ ان میں سے بعض کو نقل کرتے وقت بھی تکرار نہ ہونے پائے۔ قرآن پاک کی آیات بینات جن کا تعلق واقعہ معراج سے ہے، کسی اگلی صحبت میں انشاء اللہ پیش کی جائیں گی.........آسی)

بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے فرمایا، میرے پاس آب زمزم کا ایک تھال لاؤ تا کہ آپ ﷺ کے قلب مبارک کو (مزید) پاک اور سینہ مبارک کو (مزید) فراخ کردوں۔ چنانچہ جبریل امین علیہ السلام نے آپ کا بطن مبارک شق کیا اور اسے تین مرتبہ دھویا اور میکائیل علیہ السلام تین بار آب زمزم شریف کے تین طشت لائے۔

براق: پھر میرے پاس ایک جانور خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا لایا گیا وہ اپنا قدم وہاں تک رکھتا تھا، جہاں اس کی نظر جاتی تھی (حوالہ مذکور) پست مقام آتا تو اس کے ہاتھ لمبے اور پاؤں چھوٹے ہو جاتے۔ اور اونچائی آتی تو اس کے ہاتھ چھوٹے اور پاؤں لمبے ہو جاتے تھے (تا کہ پشت بالکل ہموار رہے) (طبرانی)۔ حاکم و ترمذی کی ایک روایت کے مطابق اس کا قد لمبا ہے اور رنگ سفید۔ ترمذی کی ایک اور روایت میں زین اور لگام کا اہتمام بھی تھا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں ''اس کی رانوں میں دو بازو تھے اور ان بازوؤں کی وجہ سے اس کی رفتار تیز تھی۔ جب میں اس کے پاس سوار ہونے کے لئے گیا تو اس نے شوخی کی اور اپنے ہاتھ پیر مارنے لگا۔ جبریل امین علیہ السلام نے اس کی ریال پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، کہ براق تجھے شوخی کرتے شرم نہیں آتی۔ بخدا محمد ﷺ سے پہلے تجھ پر خدا کا کوئی ایسا بندہ سوار نہیں ہوا جو آپ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی نظر میں معزز ہو۔ یہ سن کر براق شرم کی وجہ سے پانی پانی ہو گیا اور شوخی سے باز آ گیا میں نے سوار ہو کر اس کے دونوں کان پکڑ لئے اور وہ تیزی سے زمین طے کرنے لگا۔ رفتار ایسی تھی کہ منتہائے نظر پر اس کا پہلا قدم پڑتا تھا۔ جبریل ہمراہ ہی رہے۔ (ابن سعد، ابن عساکر)

بیت المقدس تک: طبرانی اور بیہقی کی روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے عرض کرنے پر پہلے کھجوروں کی سرزمین یعنی مدینہ منورہ میں براق سے اتر کر نماز پڑھی، پھر درخت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت بیت اللحم میں۔

مسلم شریف کی روایت میں حضور ﷺ فرماتے ہیں، میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا، قبر میں وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ، میں ایک شخص کے پاس آیا۔ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا، جبریل! تمہارے ساتھ کون ہیں، بولے! تمہارے بھائی محمد ﷺ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے برکت دی۔ نیز بولے اپنے رب سے اپنی امت کی آسانی کے لئے درخواست کیجئے۔ میں نے دریافت کیا، جبریل! یہ کون ہیں؟ بولے، آپ کے بھائی عیسیٰ علیہ السلام

پھر ہم چلے تو ایک آواز سنی جس سے عتاب محسوس ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس آئے۔ انہوں نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا، یہ

تمہارے ساتھ کون ہیں جبرئیل بولے، یہ آپ کے بھائی ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور برکت کی دعا فرمائی اور بولے اپنی امت کے لئے آسانی کی درخواست کیجئے۔ میں نے جبریل سے دریافت کیا، یہ کون شخص ہے، جبرئیل بولے آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام دریافت کیا، کس سے اس تیز انداز میں گفتگو کر رہے تھے؟ بولے، اپنے رب سے، میں نے پوچھا اپنے رب سے؟ جبریل بولے، حق تعالیٰ ان کی تیز مزاجی کو جانتا ہے۔

آگے روانہ ہوئے تو میں نے چراغ اور روشنی دیکھی۔ پوچھا، جبریل! یہ کیا ہے' بولے' یہ آپ کے والد ابراہیم علیہ السلام کا درخت ہے، اس کے قریب جائیے۔ میں قریب گیا تو انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور برکت کی دعا دی۔

ابن جریر اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ براق پر سوار ہو کر روانہ ہوئے یکا یک راستے کے کنارے پر آپ نے ایک بڑھیا دیکھی۔ جبریل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کون ہے؟ بولے' حضور ابھی چلئے۔ چنانچہ جس قدر خدا کو منظور ہوا آپ چلے۔ یکا یک راستے کے ایک طرف کوئی آواز دے رہا تھا کہ حضور تشریف لائیے۔ جبریل علیہ السلام نے پھر چلنے کی درخواست کی۔ سو جتنا خدا کو منظور تھا، چلے۔ اچانک ایک اور مخلوق آپ سے ملی اور بولی 'السلام علیک یا اول السلام علیک یا اخر السلام علیک یا حاشر' حاشر یعنی جس کے قدموں پر مخلوق کا حشر ہوگا) وہ مخلوق دوسری اور تیسری بار بھی ملی اور اس نے یونہی سلام کیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی، انہیں سلام کا جواب دیجئے۔ آپ بھی ہر سلام کا ہر بار جواب دیتے رہے۔

اس روایت کے آخر میں حضرت جبریل علیہ السلام نے وضاحت کی کہ راستے کے کنارے پر ملنے والی بڑھیا در اصل دنیا تھی اور سلام کرنے والے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

بیت المقدس میں تشریف آوری: ترمذی، حاکم وغیرھما حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، معراج کی رات جبریل علیہ السلام اس پتھر کے پاس آئے جو بیت المقدس میں ہے اور انہوں نے اپنی انگلی رکھ کر اس میں سوراخ کر دیا پھر براق کو اسی کے ساتھ باندھ دیا۔

امام نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے طویل روایت نقل فرمائی جس کے تقریباً درمیان میں حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

''میں بیت المقدس میں داخل ہوا تو وہاں میرے لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام جمع کئے گئے تھے۔ جبریل امین نے مجھے آگے بڑھا دیا'' میں نے سب کی امامت کی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے خطابات: بیت المقدس میں سب انبیاؤ رسل علیہم السلام نے اپنے رب کی حمد و ثنا کی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھے مقتدا و صاحب قنوت بنایا کہ میری پیروی کی جاتی ہے نیز مجھے آگ سے نجات دی کہ اسے میرے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا ذریعہ بنایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے کلام فرمایا' مجھے فرعونیوں کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات کا ذریعہ بنایا

حضرت داؤد علیہ السلام: نے اپنے رب کی حمد و ثنا کی اور فرمایا' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے ملک عظیم عطا فرمایا' زبور کا علم دیا' میرے لئے لوہے کو نرم کیا اور پہاڑوں کو مسخر' وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندے بھی نیز مجھے حکمت اور صاف تقریر عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر کیا اور شیاطین کو بھی، جو میں چاہتا ہوں وہ بنا دیتے ہیں کہ بڑی بڑی عمارتیں، حوض اور دیگیں وغیرہ جو ایک جگہ لگی رہیں۔ مجھے پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل و کرم سے ہر چیز عطا کی۔ میرے لئے شیاطین، انس و جن اور پرندوں کے لشکروں کو مسخر کیا اور اپنے بہت سے مومن بندوں پر مجھے فوقیت بخشی مجھے ایسی سلطنت عطا فرمائی جو میرے بعد کسی کے شایان شان نہیں نیز ایسی پاکیزہ سلطنت سے نوازا کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب ہی نہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام: نے فرمایا، تمام توفیق اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے اپنا کلمہ (نشانی) بنایا۔ مجھے آدم علیہ السلام کے مشابہ بنایا کہ انہیں مٹی سے پیدا کر کے فرمادیا، تو (ذی روح) ہو جا، تو وہ ہو گئے۔ مجھے لکھنے، حکمت اور تورات وانجیل کا علم دیا۔ مجھے یہ شان بخشی کہ مٹی سے پرندے کہ شکل کا پتلا بناتا اور اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ بحکم خداوندی پرندہ بن جاتا تھا۔ مجھے ایسے بنایا کہ میں خدا کے اذن سے مادرزاد اندھے کو اور جذامی کو ٹھیک اور مردے کو زندہ کر دیتا تھا، مجھے بلند مرتبہ عطا کیا، پاک کیا اور مجھے اور میری والدہ ماجدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی سو ہم پر شیطان رجیم کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

حضور رحمت عالم ﷺ کا (صدارتی) خطاب

میرے رب نے مجھے ایسی فضیلت دی کہ رحمۃ للعلمین اور تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ مجھ پر فرقان نازل کیا۔ میری امت بہترین اور لوگوں کے نفع کے لئے بنائی گئی۔ میری امت کو امت عادلہ بنایا نیز اسے اول بھی کیا، آخر بھی۔ میرے سینے کو کشادہ فرمایا، میرا بوجھ ہلکا کیا، میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھے فاتح و خاتم (یعنی سلسلہ نبوت کو شروع اور ختم کرنے والا) بنایا،

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فیصلہ: یہ سن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا (اے گروہ انبیاء!) ان کمالات کے بنا پر محمد مصطفیٰ ﷺ تم پر سبقت لے گئے۔

تین برتن: پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ بند تھے۔ پہلے پانی والے برتن سے آپ نے کچھ پیا۔ پھر دوسرے برتن سے جس میں دودھ تھا، آپ نے پیا کہ سیر ہو گئے۔ تیسرے برتن میں شراب تھی مگر آپ نے منہ پھیر لیا۔

﴿بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف﴾

آسمان اول: بخاری و مسلم ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جب ہم آسمان پر پہنچے تو جبریل امین نے اس کے کلید بردار سے فرمایا' دروازہ کھولو۔ اس نے پوچھا کون، فرمایا جبریل، پوچھا اور بھی کوئی ساتھ ہے؟ فرمایا' جی ہاں۔ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ فرمایا' ہاں۔ تب دروازہ کھول دیا گیا۔

جب ہم آسمان دنیا پر گئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ ان کے دائیں بائیں ارواح کے ہجوم تھے۔ وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکراتے اور بائیں طرف نظر ڈالتے تو روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح۔ میں نے جبریل امین سے پوچھا تو بولے یہ آدم علیہ السلام ہیں۔ یہ لوگوں کے گروہ جوان کے دائیں بائیں ہیں، یہ ان کی اولاد (کی روحیں) ہیں۔ دائیں سمت والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے دوزخی۔ اس لئے دائیں طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

دوسرا آسمان: اب اوپر چڑھے حتیٰ کہ دوسرا آسمان آ گیا۔ یہاں بھی دریافت کیا گیا، کون ہے؟ فرمایا' جبریل پوچھا' آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا' محمد ﷺ پوچھا' کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا' جی ہاں۔ فرشتے نے کہا مرحبا' آپ کی تشریف آوری مبارک ہو۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا' جب آگے بڑھے تو حضرت یحیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ حضرت یحیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ انہیں سلام کہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے انہیں سلام کیا، ان دونوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور بولے برادر صالح اور نبی صالح مرحبا۔ (احمد، بخاری، مسلم)

تیسرا آسمان: پھر جبریل علیہ السلام اوپر چڑھے تا آنکہ تیسرے آسمان پر پہنچے۔ دروازہ کھلوایا دریافت کیا گیا، کون ہے؟ فرمایا' جبریل' پوچھا' ساتھ کون ہیں؟ بولے محمد ﷺ پوچھا' کیا انہیں دعوت ہے، فرمایا' جی ہاں۔ کہا گیا مرحبا اور بہت ہی اچھا آنا ہوا۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اوپر گیا تو وہاں یوسف علیہ السلام ملے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا برادر صالح و نبی صالح مرحبا۔

چوتھا آسمان: پھر جبریل علیہ السلام اوپر چڑھے۔ چوتھا آسمان آ گیا، دروازے پر پہنچے تو پوچھا گیا' کون؟ جواب دیا جبریل' پوچھا' ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد

علیہ السلام نے پوچھا' کیا انہیں بلایا گیا ہے' جی ہاں۔ کہا گیا مرحبا، کیا خوب تشریف آوری ہوئی۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں داخل ہوا، ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا' برادر صالح اور نبی صالح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو مرحبا۔

پانچواں آسمان: پھر جبریل علیہ السلام اور اوپر چڑھے تا آنکہ پانچواں آسمان آ گیا۔ دروازہ کھلوایا' دریافت کیا گیا، کون ہے؟ فرمایا، جبریل' پوچھا' ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد ﷺ دریافت کیا گیا، کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا' جی ہاں۔ کہا گیا مرحبا، کیا خوب تشریف آوری ہے، میں آسمان میں گیا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا' بردار صالح اور نبی صالح کو مرحبا۔

چھٹا آسمان: جبریل علیہ السلام) اور آگے بڑھے حتیٰ کہ چھٹا آسمان بھی آ گیا۔ (یہاں بھی) دریافت کیا گیا' کون؟ جواب ملا' جبریل' سوال ہوا' ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد ﷺ پوچھا' کیا انہیں بلایا گیا ہے' فرمایا' جی ہاں۔ کہا گیا' مرحبا' کیا خوب تشریف آوری ہے۔ آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ وہ جواب دے کر بولے، برادر صالح اور نبی صالح کو مرحبا۔ جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے (رونے کی) وجہ پوچھی تو بتایا' یہ نوجوان میرے بعد مبعوث ہوئے اور میری امت سے زیادہ ان کی امت کے لوگ جنت میں جائیں گے (معاذ اللہ یہ رونا حسد کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اپنی امت کے محروم رہ جانے کا غم تھا)

ساتواں آسمان: اس کے بعد جبریل آگے بڑھے اور ساتویں آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دریافت کیا گیا' کون ہے؟ جواب دیا' جبریل' پوچھا ساتھ کون ہیں؟ فرمایا' محمد ﷺ' سوال ہوا' کیا وہ بلائے گئے ہیں' بتایا گیا' جی ہاں۔ فرشتوں نے کہا' "مرحبا" خیر مقدم۔ آگے بڑھے تو وہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تھے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کہئے۔ میں نے سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا اور فرمایا' مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح۔ (احمد، بخاری، مسلم)

نہر کوثر: ابی ابن حاکم میں حضرت انس بن مالک کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کے بعد کا واقعہ حضور پر نور ﷺ یوں بیان فرماتے ہیں "اس کے بعد مجھے ساتویں آسمان کی پشت کی طرف لے جایا گیا' حتیٰ کہ ایک ایسی نہر پر پہنچا جس پر یاقوت، موتیوں اور زمرد کے خیمے تھے اور اس پر سبز پرندے تھے۔ میں نے جبریل امین علیہ السلام سے کہا، کیا خوب ہیں یہ پرندے، بولے یا محمد ﷺ انہیں کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا، آپ جانتے ہیں یہ کونسی نہر ہے، میں نے کہا، نہیں، بولے یہ کوثر ہے' جو کہ آپ کے پروردگار نے خصوصی طور پر آپ کو عطا فرمائی ہے۔ دیکھتا کیا ہوں، اس میں سونے اور چاندی کے برتن ہیں اور یاقوت و زمرد کے ریزوں پر بہہ رہی ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے وہاں کے برتنوں میں سے ایک برتن لیا اور اس نہر کا پانی پیا تو وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

بیت المعمور: ابونعیم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی شامل کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کا اور آپ کی امت کا مکان ہے۔ یکا یک میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ وہ حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک جماعت کے جسم پر کاغذ کی طرح سفید پوشاک تھی اور دوسری کے جسم پر میلے کپڑے تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا تو سفید پوشاک والے بھی میرے ساتھ تھے۔ میلے لباس والوں کو روک دیا گیا گو وہ بھی خیر پر تھے۔ ہم نماز پڑھ کر باہر آ گئے۔ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر ان کا قیامت تک نمبر نہیں آتا۔

ہشام بن عروہ کی روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا، جب مجھے آسمان لے جایا گیا تو جبریل نے اذان دی۔ فرشتوں کو خیال ہوا کہ جبریل انہیں نماز پڑھائیں گے مگر جبریل امین نے مجھے آگے کر دیا، میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔ (ابن مردویہ)

سدرۃ المنتہیٰ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بیت المعمور کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا جبریل امین مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے اور پھل بڑے مٹکوں کی طرح۔ چنانچہ اس درخت کو حکم خداوندی نے گھیر لیا تو اس کی کیفیت کو کوئی شخص بھی بیان نہیں کر سکتا۔ (مسلم شریف)

یہاں پہنچ کر زمین سے اوپر چڑھنے والی چیز (اور ایک روایت کے مطابق ارواحیں) رک جاتی ہیں۔ اور یونہی اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں یہیں ٹھہر جاتی ہیں۔ پھر انہیں لے جایا جاتا ہے (مسلم)

حضور اکرم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو آپ سے کہا گیا، آپ کی امت کا ہر وہ شخص جو آپ کی سنت پر کار بند رہے گا، اس تک پہنچے گا۔ چنانچہ وہ ایسا درخت ہے، جس کی جڑ میں پانی کی ایسی نہریں ہیں جن میں تغیر نہیں ہوتا اور دودھ کی ایسی نہریں ہیں جن کے مزے میں کوئی فرق نہیں آتا اور شراب کی ایسی نہریں ہیں جو پینے والوں کو لذیز معلوم ہوتی اور خالص شہد کی نہریں ہیں۔ اور وہ ایسا درخت ہے کہ سوار اس کے سائے میں ستر سال تک چلے، تب بھی اسے پار نہیں کر سکتا۔ (طبرانی فی الاوسط)

جنت: حضرت انس بن رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر کے بعد حضور پر نور ﷺ نے فرمایا، پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا۔ اس میں موتیوں کے گنبد تھے اور مٹی اس کی مشک (یعنی کستوری) تھی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس رات مجھے معراج ہوئی میں نے جنت کو دیکھا وہ سفید موتیوں سے بنی ہوئی ہے۔ میں نے جبریل امین سے کہا کہ لوگ مجھ سے جنت کے بارے میں پوچھیں گے۔ بولے! انہیں مطلع کر دیجئے کہ اس کی زمین وسیع وہموار ہے، مٹی مشک' (ابن مردویہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور ﷺ فرماتے ہیں" شب معراج میں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا ثواب دس گنا اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے جبریل سے پوچھا' کیا قرض صدقے سے افضل ہے؟ بولے' (پیشہ ور) سائل اپنے پاس کچھ ہوتے بھی سوال کر دیتا ہے مگر قرض لینے والا حاجت کے وقت ہی قرض لیتا ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا' شب معراج میری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا' یا محمد ﷺ اپنی امت سے میرا سلام کہہ دیجئے اور ان کو مطلع کیجئے کہ جنت پاکیزہ مٹی اور شریں پانی والی ہے۔ اس کی زمین ہموار اور درخت **سبحان اللہ ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ ، اللہ اکبر، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں حضور پر نور ﷺ کے چند مشاہدات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں" پھر حضور ﷺ کا ایک وادی پر گزر ہوا۔ وہاں ایک پاکیزہ وخنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا' یہ کیا ہے؟ بولے یہ جنت کی آواز ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ یا رب! جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا، عطا فرمایا۔ کیونکہ میرے قتاویز، ریشم، سندس (ایک قسم کا دیبا) چاندنیاں، موتی، مونگے، چاندی، سونا گلاس، طشتریاں، سواریاں، شہد، پانی، دودھ اور شراب بکثرت ہو چکے ہیں۔ لہذا جو مجھ سے وعدہ ہے، پورا فرما۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ تیرے لئے ہر مسلمان مرد وعورت، مومن، مومنہ تجویز کر دی گئی ہے۔ جنت بولی، میں راضی ہوگئی۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی)

دوزخ: (اسی روایت میں اس کے آگے) پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور ایک دہشت ناک آواز سنی اور بد بو محسوس ہوئی۔ آپ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ بولے' یہ جہنم کی آواز ہے' کہہ رہی ہے مولا جو مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے، عطا فرما کیونکہ میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، کانٹے، پیپ اور

عذاب کثیر ہو چکے ہیں۔ میری گہرائی بہت زیادہ اور گرمی از حد تک تیز ہو چکی ہے۔ لہذا میرا وعدہ عنایت فرما۔ ارشاد خداوندی ہوا تیرے لئے مشرک مرد و عورت اور کافر مرد و عورت، خبیث، خبیثہ اور وہ متکبر جو قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھا، تجویز کیا جا چکا ہے۔ دوزخ بولی میں راضی ہوگئی (حوالہ مذکور)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے بقول حضور ﷺ سے پوچھا گیا' یارسول اللہ ﷺ آپ نے دوزخ کو کیسا پایا؟ فرمایا کھولتے ہوئے چشمے کی طرح (طبرانی، بیہقی وغیرہما)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور ﷺ نے شب معراج حضرت جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا' آسمان والوں میں سے جس کے پاس سے آیا' سب نے مجھے مرحبا کہا اور سب مجھے دیکھ کر ہنسے۔ البتہ ایک شخص نے میرے سلام کا جواب دے کر مرحبا بھی کہا مگر ہنسا نہیں، جبریل امین علیہ السلام نے کہا' یہ مالک ہے دوزخ کا داروغہ۔ جس روز سے دوزخ پیدا کی گئی ہے، یہ نہیں ہنسے۔ یہ کسی کو دیکھ کر کبھی ہنسے ہوتے تو آپ کو دیکھ کر بھی ضرور ہنستے۔

......چند مشاہدات......

غیبت کرنے والے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔ حضور ﷺ کی نظر دوزخ پر پڑی تو ایک جماعت مردار کھا رہی تھی جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا تو بولے، یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھاتے ہیں (یعنی غیبت کرتے ہیں)

ظالم: نیز آپ ﷺ نے ایک سرخ رنگ، بہت زیادہ نیلی آنکھوں والے شخص کو دیکھا، جبریل امین علیہ السلام سے دریافت کیا تو بولے یہ حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ کی کونچیں کاٹنے والا ہے۔

حرام کے عادی: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنی ملاقات کا ذکر کرکے فرمایا' میں ذرا آہستہ چلا تو بہت سے دستر خوانوں پر میں نے پکا ہوا گوشت دیکھا مگر کوئی ان کے پاس نہیں تھا، اس کے بعد ایسے دستر خوانوں کو دیکھا جن پر سڑا ہوا بدبو دار گوشت تھا اور اسے بہت سے آدمی کھا رہے تھے۔ میں جبریل سے پوچھا، یہ کون ہیں؟ بولے، آپ کی امت کے وہ لوگ جو حلال چھوڑ کر حرام اختیار کرتے ہیں"

سود خور: ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح تھے۔ جب بھی ان میں سے کوئی کھڑا ہوتا فوراً گر پڑتا اور کہا اللہ العلمین قیامت کو مت قائم کر اور وہ فرعونیوں کے طریقے پر تھے۔ مختلف قومیں آتیں، انہیں روند جاتی تھیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بولے' یہ آپ کی امت کے سود خور ہیں۔

یتیموں کا مال کھانے والے: اور آگے بڑھا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے۔ وہ منہ کھول کر اس میں پتھر ڈالتے تھے مگر وہ نیچے نکل جاتے تھے۔ میں نے سنا وہ حق تعالیٰ کے حضور آہ و زاری کر رہے تھے۔ جبریل نے پوچھنے پر یہ بتایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے پہلے قرآن میں فرما دیا تھا) وہ عنقریب جلا دینے والی آگ میں ہوں گے۔

زانی عورتیں: اس کے بعد میں اور آگے بڑھا تو کچھ عورتیں اپنے پستانوں سے لٹک رہی تھیں، اور ایسی عورتیں بھی تھیں جو سر کے بل پاؤں سے لٹک رہی تھیں۔ میں نے ان کی آواز سنی یہ بھی حق تعالیٰ سے آہ و زاری کر رہی تھیں۔ جبریل نے پوچھنے پر بتایا آپ کی امت کی یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرتی ہیں اور اپنی اولاد کو قتل کرتی ہیں۔

غیبت کرنے والے: پھر میں اور آگے بڑھا تو ایسی جماعتوں کو دیکھا جن کے بازوؤں کا گوشت کاٹا جا رہا تھا اور وہ اس گوشت کو کھا رہے تھے اور ہر ایک سے کہا جاتا تھا کھا جیسا کہ تو اپنے بھائی کا گوشت کھاتا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا یہ پس پشت عیب نکالنے والے اور روبرو طعنہ زنی کرنے والے ہیں

(عبارت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشاہدات پہلے آسمان پر ہوئے۔ کچھ وہ مشاہدات ہیں جو بیت المقدس پہنچنے سے قبل ہو چکے تھے۔

ان کا ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی وغیرہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لاتے ہیں۔ جس میں مکہ معظمہ سے نکلنے کا ذکر کر کے حضور ﷺ کے ابتدائی سفر معراج کا حال یوں بیان فرماتے ہیں۔

مجاہد فی سبیل اللہ: آپ کی ایک ایسی قوم کے پاس آئے جو ایک ہی دن میں کھیتی کرتے اور کاٹ لیتے تھے۔ جب وہ اسے کاٹ لیتے، یہ پہلے کی طرح دوبارہ ہوتی جاتی تھی۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھنے پر بتایا' یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں۔ اللہ انہیں ہر نیکی پر سات سو نیکیاں عطا فرماتا ہے۔

نماز چھوڑنے والے: اس کے بعد آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے۔ جس وقت وہ پھوڑ دیئے جاتے، پھر حسب سابق ہو جاتے تھے اور یہ سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا یہ فرض نماز سے روگردانی کرتے تھے۔

زکوٰۃ نہ دینے والے: پھر ایک ایسی قوم کے پاس سے گزر ہوا کہ ان کی شرمگاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے اور مواشی اور اونٹوں کی طرح چر رہے تھے اور زقوم، ضریع اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ حضور ﷺ کے استفسار پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی حضور! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

زانی: پھر آپ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہانڈی میں کچھا سڑا ہوا گوشت وہ لوگ اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکے گوشت کو منہ نہیں لگاتے۔ سرکار ﷺ کے پوچھنے پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے جواب دیا۔ یہ آپ کے وہ امتی ہیں جو اپنی حلال وطیب بیویوں کو چھوڑ کر غیر عورتوں کے پاس رات گزارتے ہیں اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال وطیب خاوندوں کو چھوڑ کر غیر مردوں کے پاس رات صبح تک رہتی ہیں۔

رہزن: پھر آپ ﷺ ایک لکڑی کے پاس سے گزرے جو راستے پر تھی۔ جو کپڑا یا چیز اس کے پاس سے گزرتی تھی اسے چیر پھاڑ ڈالتی تھی۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا' یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو راستوں پر بیٹھ کر ڈاکے ڈالتے ہیں۔

خیانت کرنے والے: پھر حضور ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا جمع کر رکھا ہے اور وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا، اس کے باوجود اور (لکڑیاں) لا لا کر رکھتا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر حضرت جبریل نے بتایا' یہ آپ کی امت کا ایسا شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے بہت سے حقوق اور امانتیں ہیں، جن کو تو ادا نہیں کر سکتا مگر مزید بوجھ اپنے ذمہ لادتا چلا جاتا ہے۔

گمراہ کرنے والے: پھر آپ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب وہ کاٹے جاتے، پھر پہلی حالت میں ہو جاتے اور لگا تار یونہی ہوتا رہتا۔ حضور ﷺ نے وضاحت چاہی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا' یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔

یاوہ گوئی: پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر سے ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا تھا۔ وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے مگر جا نہیں سکتا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے پوچھا تو جبریل علیہ السلام نے بتایا' یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات زبان سے نکالتا ہے' پھر اس پر شرمندہ ہوتا ہے مگر اس کی واپسی ممکن نہیں۔"

سود خوار: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نے شب معراج' ایک شخص کو دیکھا جو ایک نہر میں ڈبکی لگا رہا تھا اور پتھر کھا رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا' یہ کون ہے' تو کہا گیا' یہ سود خوار ہے (ابن مردویہ)

کامل مشاہدہ: حضور ﷺ نے فرمایا' میں نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے' اس کا مشاہدہ کیا (نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، حاکم و ترمذی) نیز ان سب سے اسے صحیح کہا۔

قلموں کی آواز: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی ایک روایت میں حضور ﷺ نے آسمانوں کی سیر کا ذکر کر کے فرمایا' پھر میں ایک بلند ہموار مقام پر چڑھا یا

گیا۔وہاں میں نے قلموں کی آواز سنی۔

عرش پر کلمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس رات جبریل امین علیہ السلام مجھے معراج کے لئے لے گئے' میں نے بلند آسمانوں پر تسبیح سنی جس سے میرا دل دہل گیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا' یا محمد ﷺ آگے بڑھئے اور کسی قسم کا خوف نہ کیجئے' آپ کا اسم مبارک عرش خداوندی پر لکھا ہوا ہے۔

﴿ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﴾

دیدار خدا: طبرانی نے اوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا، ایک مرتبہ (سر کی) آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل (کی آنکھ) سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ کیا حضور سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے' انہوں نے فرمایا' جی ہاں'۔ کلام موسیٰ علیہ السلام کو خلت (گہری دوستی) ابراہیم علیہ السلام اور دیدار نبی اکرم ﷺ کو عطا کیا گیا۔

نوٹ: یہ دیدار کہاں ہوا۔ عرش معلیٰ سے بہت آگے، خاص جلوہ گاہ کبریا میں، جسے مقام یا عالم کہنا بھی مجاز آ ہے۔ قرآن پاک نے اس انتہائے قرب کو فکان قاب قوسین او ادنیٰ (یعنی دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی قریب تر ہو گیا) کہا ہے۔

واپسی: احمد' ابن ابی شیبہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ براق پر ہی تھے کہ آپ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا اور آپ سے کل آخرت کا وعدہ کیا گیا۔ پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

فرضیت نماز: حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک طویل حدیث کے آخر میں فرمایا "اس کے بعد مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں جب میں وہاں سے اترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا! کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے میں نے کہا روزانہ پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا' آپ کی امت اس پر عمل نہیں کر سکے گی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں، اور بنی اسرائیل کے بارے میں بہت کوشش کر چکا ہوں، لہذا اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ جا کر اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ میں پھر گیا تو دس نمازیں کم کر دی گئیں۔، پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہا دس نمازیں کم کر دی گئیں ہیں۔ بولے اپنے رب کے پاس تخفیف کی پھر درخواست کیجئے۔ چنانچہ میں پھر گیا اور دس اور کم ہو گئیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور بتایا کہ دس اور کم ہو گئیں، موسیٰ علیہ السلام بولے' پھر جا کر اپنے رب سے تخفیف کی التجاء کر لیجئے، چنانچہ میں آتا جاتا رہا یہاں تک کہ مجھے یومیہ پانچ نمازوں کا حکم ہوا ہے۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ملا ہے۔ کہنے لگے آپ کی امت یومیہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ حد درجہ محنت و کوشش کر چکا ہوں۔ لہذا پھر اپنے پروردگار کے پاس جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں نے جواب دیا میں اپنے پروردگار سے درخواست ہی کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے شرم محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ میں راضی ہوں اور اس کا حکم قبول کرتا ہوں۔" (احمد، مسلم)

تصدیق صدیق رضی اللہ عنہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وجس رات نبی اکرم ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا تو آپ صبح کو لوگوں کے سامنے یہ واقعات بیان کرنے لگے تو جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے، ان میں کچھ مرتد ہو گئے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تیزی سے آ کر کہنے لگے' آپ کو اپنے صاحب کے بارے میں بھی کچھ خبر ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ رات، مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے' کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا' جی ہاں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا' اگر آپ نے فرمایا تو سچ فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا' کیا آپ رات ان کے بیت المقدس جانے کی تصدیق کرتے ہیں کہ صبح ہونے سے پہلے آ بھی گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میں تو اس سے بھی زیادہ دور کی بات میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تو ان کی تصدیق آسمان کی خبر کے بارے میں بھی کرتا ہوں کہ وہ صبح کو خبر دیں یا شام کو، اسی وجہ سے آپ کو صدیق کا لقب ملا۔ (ابن مردویہ، حاکم، بیہقی)

شانِ محبوب باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فی صحیح البخاری

از قلم: مفتی ابن مفتی حافظ شفقات احمد سجدزئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث نمبر:1۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات و انما لامری مانوی۔۔۔۔۔الخ۔

ترجمہ: جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

(بخاری شریف، کتاب الوحی باب کیف کان بداء الوحی الی رسول اللہ) یہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے

توضیح: یہ حدیث شریف تقریباً کاروبارِ زندگی پر محیط ہے۔ کیونکہ انسان جب بر اعمل کرتا ہے تو اس کام کے کرتے وقت ضرور اس کے دل میں کوئی نہ کوئی بات ہوتی ہے اور نگاہ خداوندی اور شریعت محمدی میں وہی دلی کیفیت کسی عمل کے قبول یا نا قبول، اچھا یا برا، کم درجہ یا زیادہ والا ہونے کا دارومدار ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے "اللہ کو ہرگز نہ ان کے (اربانی کے) گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ہی ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے"۔ (پارہ ۱۷، آیت ۲۲/۳۷ سورہ حج)

مسلم شریف کی ایک حدیث شریف میں بھی کچھ اس طرح کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری محض شکل وصورت کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو تمہارے دلوں (کی کیفیت) اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص مسواک کرتا ہے ارادہ اس کا یہ ہے کہ اس کے دانت صاف ہوں گے، منہ کی بد بو زائل ہوگی۔ تو اس کے دانت تو صاف ہو جائیں گے، لیکن اسے ثواب نہیں ملے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص اس ارادے سے مسواک کرتا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے تو دانت تو اس کے بھی صاف ہو جائیں گے، اس کے منہ سے بد بو بھی زائل ہو جائے گی لیکن اس کی "سنت" کی نیت کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب بھی مل جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی مولوی صاحب نثر کی صورت میں یا کوئی شخص نظم کی صورت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں نعت شریف پیش کرے اور مقصود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رضا ہو تو اسے اس توصیف مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ثواب ملے گا۔ لیکن اگر کوئی پیشہ ور مولوی یا نام نہاد نعت خواں لوگوں کو خوش کرنے یا نوٹ حاصل کرنے کی غرض سے یہ سب کچھ کرے تو اس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا اور اس کا دعویٰ محبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جھوٹا ہوگا۔ جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سچی محبت ہوگی اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صورت وسیرت بھی پسند ہوگی۔

اسی طرح کسی شخص کے ہاتھ سے غیر ارادی طور پر قرآن گر جاتا ہے، تو اگرچہ قرآن پاک کو زمین پر گرانا یا معاذ اللہ اس کی توہین کرنا گناہ کبیرہ بلکہ بعض وجوہ سے کفر ہوگا۔ لیکن چونکہ اس شخص کی کوئی ایسی نیت نہیں تھی جو کچھ ہوا وہ غیر ارادی طور پر ہوا لہٰذا اللہ کی طرف اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔ اسی طرح دیگر معاملات کو سمجھ لیا جائے۔ غرضیکہ یہ چند الفاظ پورے اسلام کو محیط ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو تمام اعمال میں اس قانون خداوندی کو یاد

رکھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین اللھم یا ربنا آمین بجاہ سید المرسلین)

ویسے تو نیت دل کے ارادے اور قصد کا نام ہے۔ لیکن جن اعمال میں کسی عمل کا کسی دوسرے عمل سے شبہ ہوسکتا ہے اور جن اعمال میں زبان سے نیت کرنا سلف صالحین کا معمول رہا ہے ان اعمال میں حکم قرآنی و یتبع غیر سبیل المومنین، کونو مع الصادقین، صراط الذین انعمت علیھم، فبھداھم اقتداہ اور و اتبع سبیل من اناب الیٰ وغیرہ کے تحت اور فرمان مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اتبعو االسود اعظم، فلیقص بما قفی به الصالحون اور ما اراہ المسلمون حسنافھو عن داللہ حسن وغیرہ کے مطابق دل کے قصد وارادہ کے ساتھ ساتھ زبان سے نیت کر لینا بھی مستحب ہوتا ہے۔ تاکہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ صحاح ستہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کئی اعمال کی زبانی بلکہ بآواز بلند بھی نیت فرمائی ہے۔ لہٰذا جب تک کسی کام کا منع ہونا اللہ اور اس کے رسول سے ثابت نہ ہو وہ کام عند الشرع جائز رہے گا اور اگر اس کام میں کچھ دینی فائدہ بھی ہو تو وہ کام عند الشرع مستحب ہو جائے گا اور اس پر ثواب بھی ملے گا۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے فاتینا الذین آمنوا منھم اجرھم (حدید) اور فرمان مصطفوی من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرھا و اجر من عمل بھا (مسلم) سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے۔ فانھوا یا اولی الابصار۔

حدیث نمبر۲: عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه واله وسلم لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والدہ وولدہ (واھله ومالہ۔ مسلم) والناس اجمعین۔ (بخاری کتاب الایمان۔ باب حب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من الایمان)

ترجمہ: جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے (ماں) باپ، اس کے اہل خانہ، اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

توضیح: بخاری شریف کی یہ چودھویں حدیث ہے۔ اس کے ساتھ والی ہی اگلی حدیث میں کسی کا نام لئے بغیر ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما کے الفاظ مبارکہ کے ساتھ جمیع کائنات کا ذکر کر دیا گیا ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول کے سوا کائنات میں جو کوئی اور جو کچھ بھی ہے اس سب کچھ سے اسے اللہ اور اس کے رسول کا زیادہ پیارہ ہو جائے۔ اللہ اکبر، بعض دوست اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر کرنے کو عقیدہ توحید کی خامی تصور کرتے ہیں۔ انہیں یہ بخاری کی صحیح، صریح مرفوع حدیث بار بار پڑھنے چاہئے اور وہ سینکڑوں آیات قرآنی جن میں اللہ تعالیٰ نے پیارے حبیب کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ مجتمع فرمایا ہے وہ بھی ذہن میں رکھنی چاہئیں۔ بالخصوص پارہ نمبر۶ سورہ النساء کی آیت نمبر ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ضرور ذہن نشین کر لینی چاہئے۔

ان الذین یکفرون با اللہ و رسله و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسله ..... اولئک ھم الکافرون حقاً ... و الذین آمنوا باللہ و رسله ولم یفرقوا بین احد منھم ... غفوراً رحیما۔

ترجمہ: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں ۔۔۔ یہی ہیں ٹھیک کافر ۔۔۔ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا ۔۔۔ (ان کو) اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور صحابہ کرام کے وہ معروضات، فرمودات جن میں آپ نبی کریم علیہ التحیة والتسلیم کے ذکر پاک کو اللہ تعالیٰ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ ملا کر ذکر

فرماتے ہیں۔ مثلاً "اللہ ورسولہ اعلم" یعنی اللہ اوراس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ کے الفاظ سے پوری صحاح ستہ بھری پڑی ہے۔ تو کیا معاذ اللہ وہ پاک ہستیاں قرآن وحدیث، احکام اسلام اورروح توحید سے ناآشنا تھیں۔ لا حول ولا قوة الا بالله۔ ان ذوات قدسیہ کا اپنا ایمان تو رہا ایک طرف قیامت تک کے تمام لوگوں کے ایمانوں کا دارومدار ہی ان کے عقائد پر ہے۔ وہ صرف مومن ہی نہیں بلکہ ایمان کی کسوٹی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا

یعنی اے گروہ صحابہ اگر یہ لوگ تمہارے ایمان اورعقیدہ جیسا ایمان وعقیدہ بنالیں تو پھر یقیناً وہ ہدایت پا گئے۔

لہٰذا جن حضرات کو اپنی کم علمی یا کسی شخص کی دھوکہ دہی سے یہ مغالطہ لگا ہوا ہے، انہیں آج ہی توبہ کرنی چاہیئے تا کہ آخرت میں خائب وخاسر، ناکام ونامراد اور ذلیل وخوار نہ ہونا پڑے۔ ایسا عقیدہ توحید کی جان نہیں بلکہ عقیدہ توحید کا انکار ہے۔

محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی — خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

ورنہ پھر کلمہ شریف بھی تبدیل کرنا پڑے گا اور کلمہ صرف " لا اله الا الله " ہی ماننا پڑے گا اور صرف اتنا کلمہ پڑھنے والا بالاتفاق کافر اور دوزخی ہے۔ جب دین اسلام کے پہلے رکن میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اللہ کے رسول کا ذکر لازم ہے تو بعد میں کون سا اسلام آ گیا جو اللہ کے ذکر کے ساتھ اللہ کے محبوب کے ذکر سے مانع ہے۔

حدیث بالا کی تائید قرآن پاک سے ملاحظہ فرمائیں:

قل ان كان آباء كم و ابناء كم و اخوانكم وازواجكم وعشيرتكم و اموال ن اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها احب اليكم من الله ورسوله ... فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لا يهدى القوم الفاسقين۔ (پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیت ۲۴)

ترجمہ: (اے محبوب) تم فرمادو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے لئے نقصان کا تمہیں ڈر ہے یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیاری ہیں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

حدیث نمبر۳: عن ابى سعيد ن الخدرى رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم قال يدخل اهل الجنة الجنة و اهل النار النار ثم يقول الله اخرجوا من كان فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان فيخرجون منها قد اسود وافيلقون فى نحر الحياة فينبتون كما تنبت الحبة فى جانب السيل .. الخ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۸، کتاب الایمان باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال۔)

ترجمہ: جناب سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جب) جب جنت والے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لو (چنانچہ) اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد (یا انبیاء واولیاء کی شفاعت سے) یہ لوگ دوزخ سے نکال لئے جائیں گے اور (دوزخ میں جلنے کی وجہ سے ان کے جسم) سیاہ ہو چکے ہوں گے (پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے) ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو (تو ان کے جسموں پر تازہ کھال) اس طرح اگ آئے گی جیسے ندی کے کنارے پر ایک دانہ اگ آتا ہے۔

توضیح: قارئین کرام آپ نے غور فرمایا کہ مخبر صادق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قیامت کے دن کا حساب وکتاب ہو جانے کے

بعد اور جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد کا ایک واقعہ بیان فرمارہے ہیں۔ اللہ اکبر۔ یعنی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس دنیا میں رہتے ہوئے یہ بیان فرمادیا کہ روز قیامت فلاں وقت پر اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا پھر ایسا ایسا ہوگا۔ یہ واقعہ تو ہزاروں بلکہ نامعلوم کتنے ہزار سال بعد ہونے والا ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ابھی بیان فرمارہے ہیں۔ ذرا حدیث پاک پھر پڑھ لیں کہیں اس میں یہ تو نہیں ہے کہ جبریل نے آکر مجھے بتایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعے سے فی الوقت اس بات کی خبر بھی نہیں دی اور بات بھی ایسی ہے جو انسان کے عقل وادراک یعنی حواس خمسہ (قوت باصرہ، قوت سامعی، قوت ذائقہ، قوت شامہ، قوت لامسہ) سے بھی بالاتر ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرمان پر بھی شک نہیں کیا جاسکتا، ورنہ ایمان کا بیڑہ غرق ہوجائے گا اور حدیث بھی صحیح صریح مرفوع ہے اور ہے بھی معتبر کتاب کی جس کے ٹائٹل پر جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے "اتفق العلماء علی انه اصح الکتب بعد کتاب الله الباری یعنی صحیح البخاری" لہٰذا اس حدیث کی صحت پر بھی شک نہیں کیا جاسکتا اور آپ کی اس حواس خمسہ کی پہنچ سے بالاتر خبر کو آخر کیا نام دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا کردہ اس علم کو کون سا علم کہیں گے۔ محققین اسلام نے اس کا حل بیان فرمادیا ہے۔ سات سو سات پہلے کے مفسر قرآن جناب ابوعبداللہ بن احمد القرطبی علیہ الرحمہ جن کی تفسیر پر تقریباً تمام مکاتب فکر اعتماد کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

الغیب کل ما اخبر به الرسول علیه السلام مما لا تهتدی الیه العقول من اشراط الساعة و عذاب القبر و العشر النشر و الصراط المیزان و الجنة و النار (تفسیر قرطبی جلد ۱، صفحہ ۱۶۳ زیر آیت "الذین یومنون بالغیب")

ترجمہ: یعنی وہ تمام خبریں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں جن کا ادراک عقل وحس سے ناممکن ہو چاہے وہ خبریں علامات قیامت سے متعلق ہوں، حشر اور نشر سے متعلق ہوں، پلصراط کے بارہ میں ہوں یا جنت اور دوزخ سے متعلق ہوں۔ ان تمام خبروں کو غیب کی خبریں کہا جائے گا۔

سبحان اللہ! غیب کی یہ تشریح تقریباً تمام مفسرین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ موجودہ دور کے دیوبندی مفسر مولوی غلام خان نے جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹ پر مولوی شبیر احمد عثمانی نے تفسیر عثمانی صفحہ ۳ پر اور اہلحدیث مفسر مولوی محمد عبدہ الفلاح نے فوائد سلفیہ صفحہ ۳ پر بھی تقریباً یہی مفہوم لکھا ہے۔

اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی یہ خبر غیب کی خبر ہے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا وہ علم جس کے تحت آپ کو اس خبر کا علم ہوا وہ علم غیب ہے۔ بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے بالیقین ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب کائنات کو علم غیب شریف عطا فرمایا ہوا تھا اور آپ جہاں کوئی حکمت عملی مانع نہیں ہوتی تھی ان علوم غیبیہ اور اخبار غیبیہ کو اپنے خدام کے سامنے شب وروز بیان بھی فرماتے رہتے تھے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی سے مستفاد ہوتا ہے۔ وما هو علی الغیب بضنین (تکویر ۲۴) یعنی نبی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔ مولوی شبیر احمد دیوبندی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں "یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے، ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کے حقیقت وبطلان سے یا جنت ودوزخ کے احوال سے یا احوال بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا" (تفسیر عثمانی صفحہ ۷۶۳) تو جو خبریں ماضی کے متعلق ہوں گی ان کا علم، علم ما یکون کہا جائے گا، تو جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ماضی اور مستقبل کی خبریں دن رات بغیر کسی بخل کے بیان فرمارہے ہیں الا یہ کہ کوئی حکمت الہی مانع ہو، تو پھر بالیقین ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ما کان اور ما یکون کا علم عطا فرما رکھا ہے۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ صلی الہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بعطائے الہی عالم ماکان و مایکون ہیں۔

اور کیا غیب تم سے نہاں ہو بھلا　　　جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حدیث نمبر۴: عن ابی هریره رضی الله تعالیٰ عنه قال کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه و اله وسلم بارزا یوماً للناس فاتاه رجل ... وساخبرک عن اشراطها . اذا ولدت الامة ربها و اذا تطاول رعاة الاجل البهم فی البنیان ---الخ (بخاری شریف جلد اصفحہ ۱۲ کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعۃ ---الخ۔

ترجمہ: جناب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی حاضر ہوا (اس نے چند سوالات کئے، آپ نے جوابات ارشاد فرمائے پھر) آپ نے فرمایا میں تجھے قیامت کی چند نشانیاں بتاتا ہوں فرمایا لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور کالے کالے اونٹ چرانے والے (غریب لوگ) فخریہ طور پر اونچی اونچی عمارتیں بنالیں گے۔ (امیر ہو جائیں گے)

توضیح: قارئین کرام کچھ غور فرمایا آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قیامت کی نشانیاں بیان فرما رہے ہیں، کہنے والے تو کہتے ہیں کہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تو ہزاروں یا شاید اس سے بھی زیادہ سال بعد کی خبریں بیان فرما رہے ہیں کہ قیامت کے نزدیک ایسا ایسا ہوگا۔ حدیث نمبر۳ کے تحت آپ پڑھ چکے ہیں کہ قیامت کی نشانیاں بھی اخبار غیب میں سے ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ بیان غیب کی خبر پر مشتمل ہے اور غیب کی خبر بیان کرنے کے لئے پہلے اس کا علم ہونا لازمی ہے۔ تو بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہوگیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرما رکھا تھا۔ اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی میں ہزاروں ایسی خبریں بیان فرمائی ہیں جو کہ مستقبل سے متعلق ہیں بلکہ سالہا سال بعد سے متعلق ہیں اور یقیناً ایسی خبریں کوئی انسان اپنی عقل اور اپنے حواس کے بل بوتے پر نہیں جان سکتا اور یہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ جو خبر انسان کے عقل وحواس سے بالاتر ہو، انسان اپنی عقل اور اپنے حواس سے اس تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا ہو، ایسی خبر جب اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیان فرمائے تو اسے خبر غیب کہتے ہیں اور اخبار غیب کے بیان فرمانے والے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے ان اخبار غیب کو جاننے کی وجہ سے عالم غیوب اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے علم کو علم غیب کہا جاتا ہے۔ ضمناً ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ اکثر جہلاء میں یہ جو مشہور ہے کہ چودھویں صدی میں یہ ہوگا، وہ ہوگا تو گزارش ہے کہ یہ سب خرافات ہیں۔ قرآن مجید، فرقان حمید اور حدیث شریف میں کہیں بھی چودھویں صدی کا ذکر نہیں ہے بلکہ کہیں صدیوں کی تعداد مذکور ہی نہیں ہے اور پھر اگر بالفرض والمحال ایسا ہو تو چودہ صدیاں گزر چکی ہیں ان پندرھویں صدی کا کیا بنے گا اور چودہ صدیاں بیان کرنے والے جہلاء ایک اور شوشہ بھی چھوڑتے ہیں کہ پتا نہیں چودھویں صدی کتنی لمبی ہوگی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بھلا کوئی احمقوں سے پوچھے کہ جب "صد" کا معنی ہی ایک سو ہے تو صدی سو سال سے زیادہ کیسے ہوسکتی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ سو سال کے عرصے کو ایک صدی کہا جاتا ہے، چنانچہ ان خرافات کے جھوٹا ہونے پر یہ ثبوت ہی کافی ہے کہ پندرھویں صدی شروع ہوچکی ہے اور ابھی تک قیامت نہیں آئی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کل چودہ صدیاں ہی بیان فرمائی تھیں تو پھر معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بات کو غلط ماننا پڑے گا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ساری کائنات غلط ہوسکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اور اس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ خدارا اپنی عاقبت برباد مت کرو، حدیث شریف میں جہاں کچھ قیامت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہاں صدیوں کی تعداد کا کہیں ذکر نہیں ہے البتہ وہاں بعض جگہ و فی آخر الزمان یعنی اخیر زمانہ میں ایسا ہوگا، کے الفاظ ہیں۔

خالص اور نخالص توحید

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کا اولین عقیدہ ''توحید'' ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ تمام انبیاء ورسل علیھم السلام اس کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے۔ان سب نے سورج، چاند، ستارے، درخت، پتھر، آگ، انسان اور جانور غرض خدائے واحد کے سوا جس کو بھی عبادت کے قابل سمجھا گیا، اس کی ناپائیداری کمزوری بلکہ بے بسی اور بے علمی و بے اختیاری واضح کر کے اپنے بھیجنے والے سچے اللہ کی عظمت و کبریائی کا اعلان کیا اور اس کو خالق و مالک حقیقی اور معبود مانا اور منوایا۔ان پیغمبران کرام علیھم الصلوۃ والسلام نے نہایت وضاحت اور یقین سے توحید کے عقیدے کی یوں تشریح کی:

''اللہ ایک ہے پاک، بے مثل و بے عیب ہے۔ہر کمال وخوبی کا جامع ہے کوئی کسی بات میں نہ اس کا شریک، نہ برابر، نہ اس سے بڑھ کر وہ مع اپنی صفات کمالیہ کے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ہمیشگی صرف اس کی ذات وصفات کے لئے ہے۔اس کے سوا، جو کچھ ہے، پہلے نہ تھا، جب اس نے پیدا کیا تو ہوا۔وہ اپنے آپ ہے، اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔نہ وہ کسی کا باپ، نہ کسی کا بیٹا، نہ اس کے کوئی بی بی، رشتہ دار سب سے بے نیاز۔وہ کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج، روزی دینا، مارنا، جلانا (یعنی زندہ کرنا) اسی کے اختیار میں ہے۔وہ سب کا مالک جو چاہے کرے اس کے حکم میں کوئی دم نہیں مار سکتا۔بغیر اس کے چاہے، ذرہ نہیں ہل سکتا۔وہ ہر کھلی، چھپی، ہونی، ان ہونی کو جانتا ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔دنیا جہاں سارے عالم کی ہر چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔سب اس کے بندے ہیں۔وہ اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ مہربان، رحم کرنے والا۔گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا ہے۔اس کی پکڑ نہایت سخت، جس سے بغیر اس کے چھوڑے کوئی چھوٹ نہیں سکتا۔عزت، ذلت اسی کے اختیار میں ہے۔جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلیل کرے۔مال و دولت اسی کے قبضہ میں ہے، جسے چاہے امیر کرے جسے چاہے فقیر کرے''۔(قانون شریعت)

ظاہر ہے، اپنی ذات وصفات کا یہ بیان اور توحید کے مختلف پہلوؤں کی تشریح کرنے کے لئے وہ خود سامنے نہیں آیا (اور آنے جانے سے بھی تو وہ پاک ہے) بلکہ یہ سارا کام اس نے اپنے محبوب بندوں کے ذریعے کیا۔توحید کے مضمون پر جو سوالات وشبہات پیدا ہوتے تھے، ان کا جواب بھی اس قادر کریم نے اپنے انہی برگزیدہ رسولوں اور نبیوں کی وساطت سے دیا۔نظر آنے والے (جھوٹے) معبودوں سے ہٹا کر نظر نہ آنے والے سچے خدا کو منوانا ان خاصان خدا کا عظیم کارنامہ ہے۔سب سے آخر میں، سب رسولوں اور نبیوں کے سردار، ساری کائنات کے پیغمبر حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء نے تو کمال کر دیا۔حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے توحید کا نور اس طرح نشر فرمایا کہ ذہنوں کے دریچے کھل گئے، فکر کے زاویے کشادہ ہوئے، اوہام کی زنجیریں ٹوٹ گئیں، دماغ روشن ہو گئے اور قلب وروح کو سکون مل گیا۔جنہیں شرک کا کینسر ہو گیا تھا، رحمتہ للعالمین علیہ الصلوۃ والتسلیم کے جلوہ رحمت سے شفایاب ہو گئے۔جولا ادریت، کی ظلمات میں پھنسے ہوئے تھے، یقین کے چشمہ آب حیات تک پہنچ گئے۔جنہیں اپنی جہالت پر غرور تھا علم وعرفان کے انوار میں ڈوب گئے۔

لیکن یہ سب کچھ کیونکر ہوا اور انبیاء و رسل بالخصوص حضور خاتم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے یہ عظیم بلکہ عظیم ترین کارنامہ کیسے سر انجام دیا، اسے سمجھئے جو شبہات وسوالات توحید کے بارے میں پیدا ہوتے تھے، ان کا جواب دینے کے لئے خدائے واحد و یکتا نے ان انبیاء و رسل علیہم السلام کو اپنی صفات اور کمالات قدرت کا مظہر بنا دیا۔ دنیا نے سچے خدا کو نہ پہلے دیکھا تھا اور نہ اب، مگر نبیوں اور رسولوں کو دیکھا، ان کی بے پناہ قوتیں اور بے مثال کمالات کھلی آنکھوں سے دیکھے تو بھیجنے والے اور کمال بخشنے والے خدا کی عظمت وقدرت میں انہیں کوئی شک نہ رہا۔ مثلاً خدائے واحد کے بارے میں نبیوں اور رسولوں نے بتایا کہ وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز کو اسی نے پیدا فرمایا ہے اور ہر شے اسی کے حضور سرنگوں اور اسی کی تابع فرمان ہے۔ یہ محض عقیدہ تھا، اس کا ایسا ثبوت کہ لوگ اپنی آنکھوں سے خدا کو حکم دیتے ہوئے اور مختلف اشیاء کو حکم مانتے ہوئے دیکھیں، کیونکر ممکن تھا۔ پھر جب تک یہ ثبوت نہ ملے، اللہ کے سچا خدا ہونے اور کفار کے جھوٹے معبودوں کے جھوٹا ہونے پر یقین کیسے آئے۔ اس کا حل یہ اختیار کیا گیا کہ خدا کے محبوب حکم دیں اور بے جان اشیاء تعمیل کریں اور پھر ایسی تعمیل کہ دشمنوں کے منصوبے خاک میں مل جائیں۔ چنانچہ توحید کا مضمون واضح کرتے ہوئے ان کے لئے آگ گلزار بنائی گئی، ان کے ہاتھ کے عصا کو اژدہا ہونے کی صلاحیت دی گئی، پتھروں سے چشمے جاری کئے گئے، پانی میں راستے نکالے گئے، لوہا موم کیا گیا، درختوں کو بلایا گیا، سنگریزوں کی شہادت سنائی گئی۔

دیکھئے ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی اور یوں نمرود ناکام ہوگیا۔ کیا اس کی ناکامی اس کے خدا نہ ہونے کی دلیل نہیں تھی اور جناب ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا اس حقیقت کا واضح ثبوت نہیں تھا کہ جس کو یہ خدا مانتے ہیں وہ قادر مطلق ہے۔ اللہ موت و حیات کا مالک ہے کیا اس کا ثبوت دینے کے لئے اللہ کریم نے لوگوں کے سامنے آکر کوئی مردہ زندہ کیا، نہیں بلکہ قرآن پاک کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ طاقت بخشی گئی اور گویا اس کمال قدرت کا انہیں مظہر بنایا گیا۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا ان کے خدا ہونے کی (معاذ اللہ) دلیل نہیں جیسا کہ عیسائیوں نے سمجھا بلکہ ان کی رسالت اور عبدیت خاصہ کی اور ان کو نبی بنا کر بھیجنے والے اللہ کی الوہیت کی دلیل ہے۔ یونہی خدا ہی عالم الغیب ہے اور اس کا ثبوت نبی علیہ السلام کے علم غیب سے ہوگا۔ اگر خدا کے سوا کوئی اور بھی عالم الغیب ہوتا تو نبی کے دشمنوں کو بھی علم غیب ہوتا۔ نبی کو ہو اور نبی کے مخالف کو علم غیب نہ، یہ خدا کے عالم الغیب ہونے کی سب سے مضبوط دلیل ہے۔

قرآن کریم کی ایسی آیات جن میں مثلاً یہ مضمون ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا علم غیب کسی کو نہیں، دراصل کافروں کو چیلنج ہے۔ یونہی مثلاً یہ مضمون اللہ کے سوا کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں، سب کا مقصد یہی ہے کہ اے کافرو، سچے خدا کے آستانے کو چھوڑ کر تم کن بے بس بے اختیار بتوں کو خدا مان رہے ہو۔ یہ انہی آیات میں دراصل انبیاء علیہم السلام کی قوتوں کا اعلان بھی ہے کہ خدا ہی نفع ونقصان کا مالک حقیقی ہے اور اس کا ثبوت اس کے برگزیدہ محبوبوں کے کمالات، تصرفات اور دعوات (یعنی دعائیں) ہیں۔ یہ وہ پاک بندے ہیں جنہیں خدا نے اولوالایدی والابصار (ہاتھوں اور آنکھوں والے) فرمایا ہے۔ ہاتھ اور آنکھیں رب نے سب انسانوں کو عطا کی ہیں، پھر سوچئے انہیں ہاتھوں آنکھوں والا کہنا کس معنی میں ہے، یقیناً یہ ان کے روحانی وعلمی کمالات کی طرف اشارہ ہے، جن کے زیر اثر لوہا موم بن جاتا ہے، برص والے اور مادرزاد اندھے ٹھیک ہو جاتے ہیں گھروں میں بلکہ کائنات کے دور و دراز گوشوں میں چھپی ہوئی چیزیں ان کے سامنے واشگاف رہتی ہیں۔ چاند، سورج جنہیں کفار پوجتے تھے ان کے معبود برحق ہونے کی سب سے واضح اور مضبوط دلیل حضور نائب رب العلمین علیہ الصلوۃ والسلام کے

اشارے پر چاند کا دولخت ہونا اور ڈوبے سورج کا لوٹنا ہے۔ انہی کمالات نبوت کی بنا پر خدائے قیوم وقادر نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو برہان یعنی ناقابل شکست دلیل فرمایا۔

غرض یہ ہے اصل توحید۔ اللہ ذات وصفات میں یکتا اور لاشریک ہے اس کے کمالات قدرت کے مظہر، دلیل اور ثبوت کمالات نبوت وولایت ہے۔ وہی سب کا خالق ہے تو محبوبوں کی دعائیں قبول فرما کے بعض لوگوں کو اولاد اور دوسری مخصوص صلاحیتوں سے نواز دیتا ہے، وہی سب کا مالک حقیقی ہے تو جسے جس چیز کا چاہے مالک بنا دے، وہی عالم الغیب ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے مقبولان بارگاہ کو بیشمار علوم غیبیہ سے مشرف فرمایا اور وہی نفع ونقصان کا مالک ہے تو جسے چاہے نفع دے اور جسے چاہے نقصان۔ بلکہ جس چیز کو چاہے نفع بخش بنا دے اور جسے چاہے نقصان دہ، وہی اصل میں حاجت روا ہے ، جسے چاہے حاجت روائی کا سبب بنا دے، اب جسے حاجت روا کا سبب بنایا ،اسی کو مجازاً حاجت روا کہہ دیا تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ کہنے والا عقیدہ توحید کا قائل ہے اور جانتا ہے، حقیقت میں ایک ہی حاجت روا ہے، کسی اور کا ہونا محض عطائی اور مجازی سطح پر ہے، یونہی کسی کو مشکل کشا، نافع، ضار (نقصان دہ) دانائے غیوب، حاظر وناظر کہتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ مجاز کے طور پر کہہ رہا ہے ہاں خدا کے سوا کسی کو الہ یا خالق یا واجب الوجود نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ صفات کسی کو عطا نہیں ہو سکتیں۔ مزید وضاحت کے لئے قرآن حکیم کی درج ذیل آیت پر غور فرمائیے۔

ولا یحذنک قولھم ان العزۃ للہ جمیعا ھو السمیع العلیم (یونس آیت ۶۵)

ترجمہ:۔ اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو، بیشک عزت ساری اللہ کے لئے ہے، وہی سنتا جانتا ہے۔

اس میں کفار کی خرافات نظر انداز کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ پھر تسلی دیتے ہوئے فرمایا بیشک ساری عزت کا مالک اللہ ہے یعنی جب وہی عزت کا مالک ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ اس کے محبوب بندے عزت سے محروم رہیں اور یہ بیہودہ گوئی میں مصروف ہیں، خداوند کریم ان کی باتیں سنتا اور ان کے ناپاک منصوبے جانتا ہے(گویا یہاں خدا نے اپنے سمیع وعلیم ہونے کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ کفار کو گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا بدلہ دیا جائے)

اب کوئی شخص اپنی الٹی کھوپڑی سے آیت پڑھ کر یہ نتیجہ نکالے کہ اللہ پاک عزت کا مالک ہے، لہذا اس کے سوا کسی کو معزز یا صاحب عزت سمجھنا شرک ہوگا۔ تو یہ کس قدر ظلم کی بات ہے اور اگر ایسے کم عقل کو اس پر اصرار ہے۔ تو قرآن حکیم کے اس ارشاد کا ترجمہ کیا جائے گا۔

قل اللھم ملک الملک تو تی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شئ قدیرo (آل عمران ۲۶)

ترجمہ:۔ یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے، بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

غور فرمائیے۔ جسے چاہے عزت دے، والی بات وہی ثابت ہوئی کہ نہیں بلکہ اس سے پہلے یہ بھی تصریح ہوگئی کہ اللہ بادشاہی کا مالک ہے اور مالک ہونے کی حیثیت سے جسے چاہے بادشاہی عطا فرمائے۔

اگر وہ کسی کو عزت اور بادشاہی دے سکتا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ کسے دے گا۔ یقیناً اپنے محبوب بندوں کو ہی دے گا۔ چنانچہ قرآن نے دوٹوک فرمادیا۔

وللہ العزة ولرسولہ وللمومنین ولکن منفقون لا یعلمون۔(المنافقون۔۸)

ترجمہ:۔اورعزت تو اللہ اوراس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کوخبر نہیں۔

جب اللہ خود اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اوراس کے غلاموں کے صاحب عزت ہونے کا ذکر کر رہا ہے تو فرمایئے اس شخص کا کیا بنا جو ایک ہی آیت کا مفہوم اپنی کج طبعی پر یہی بیان کرتا ہو کہ جی عزت کا مالک اللہ پاک ہے لہذا کسی اور کو صاحب عزت سمجھنا توحید کے منافی ہے اگر یہ توحید ہے تو قرآنی توحید نہیں بلکہ اوپر والی آیت بتارہی ہے کہ منافقین کی اپنی وضع کردہ توحید ہے۔اسی آیت کا پہلا حصہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منھا الاذل

ترجمہ:۔(منافق) کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے۔

یہ بکواس رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کی تھی اور اس نے خود کو عزت والا نیز محبوبان خدا کو اس کے برعکس ٹھہرایا تھا۔اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا جو اوپر گزرا کہ عزت اللہ اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور مومنوں کے لئے ہے،منافقین جاہل ہیں اس لئے انہیں اس کی خبر نہیں۔

اس سے پہلی آیت پر بھی غور کیجئے

ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وللہ خزائن السموت والارض ولکن المنفقین لا یفقھون۔ (المنافقون)

ترجمہ:وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمان اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔(کنزالایمان)

یہ کہنے والا وہی عبداللہ یعنی منافقوں کا سردار تھا۔جواباً اللہ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہے یعنی جب وہ مالک ہے تو رسول اللہ اور ان کے غلاموں کو کیا کمی اور وہ کسی اور کے کیوں محتاج ہوں۔اللہ کے خزانے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور غلامان رسول رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہی کے لئے تو ہیں۔گویا اللہ کا مالک ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ اس کے فضل سے اس کا رسول ان خزانوں کا مالک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وسیلے سے اہل ایمان اپنی اپنی شان کے لائق ان کے مالک ہیں۔اور یہ وہ عقیدہ ہے جسے منافقین سمجھ نہیں سکتے۔ان حرص و ہوا کے بندوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا رسول اور رسول کے سچے غلام،اللہ کے فضل سے زمین کے مالک اور خزانوں کے وارث ہیں تو فوراً اپنی رعونت سے باز آجائیں۔واقعی منافقوں کو سمجھ نہیں آتی حالانکہ مومن تو بغیر کسی شک وشبہ کے مانتے اور اعلان کرتے ہیں کہ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

بلکہ حضرت اقبال تو خدا کی طرف سے یہ قاعدہ پیش کرتے ہیں

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسی بات کو جناب ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار نے یوں بیان کیا

جو کرنی ہے جہاں گیری محمد کی غلامی کر

عرب کا تاج سر پر رکھ خداوند عجم ہو جا

یہ عقیدہ جیسا کہ اوپر گزرا، قرآن کا سکھایا ہوا ہے اور کثیر روایات میں موجود ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں ہے

انما انا قاسم و الله المعطی

یعنی میں ہی ہر چیز تقسیم کرتا ہوں اور اللہ ہر چیز کا عطا فرمانے والا ہے۔

گویا اللہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو قاسم بنایا، کیا تقسیم کا اختیار مالک بنانے کے بغیر متصور ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جن میں تقسیم فرماتے ہیں، وہ اپنی شان اور حد کے لائق ملی ہوئی چیز کے مالک بنتے ہیں کہ نہیں مگر سچ ہے منافقوں کی سمجھ سے یہ چیز بالاتر ہے۔ آیئے خود قرآن کی طرف، سورۃ الانبیاء میں ہے

ولقد کتبنافی الزبور من بعد الذکر ان الرض یر ثها عبادی الحلحون (سحت ۱۰۵)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

اللہ کے نزدیک نیک و پاک بندے زمین کے مالک و وارث ہیں تو کیا یہ وارث و مالک ہونا توحید کے خلاف ہے۔ ہاں منافقوں کی توحید کے ضرور خلاف ہے۔

افسوس آج اس توحید کا پرچار بڑے زور و شور سے ہو رہا ہے۔ واللہ! قرآن حکیم سے اس نئی بناسپتی توحید کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ تو نفاق کی برکت ہے۔ منافقین اسلام دشمنوں کے زیر اثر ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے قرآن حکیم کی آیات کا الٹا سیدھا ترجمہ کر کے من مانا مفہوم نکالتے ہیں اور اندھا دھند مشرک، شرک کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ یا رسول اللہ کہنا شرک، انبیاء علیہم السلام و اولیاء کا عطائی علم غیب بھی ماننا شرک، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حاضر و ناظر کہنا شرک، تقلید ائمہ شرک، شب برات کو حلوہ کھانا شرک، عید کے دن سویاں کھانا شرک، علی بخش، علی حسین نام رکھنا شرک، غرض کہاں تک کوئی بیان کرے ان کا سراپا شرک منافقین کو شرک کے سوا کچھ سوجھتا نہیں۔

یہ ہے ان کی توحید جسے قرآنی، ایمانی اور روحانی توحید کے مقابلے میں خالص توحید کہتے ہیں

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ہاں ہاں خالص توحید وہی ہے جو قرآن پاک نے سمجھائی اور آج تک جسے اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، محدثین، مجتہدین، اولیاء اصفیاء علیہم الرضوان و توحید مانتے آئے ہیں۔ مخالفین کی توحید ناخالص ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاق و عادات

رئیس التحریر حضرت العلام منشا تابش قصوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اخلاق و عادات سراپا قرآن مجید تھے آپ نہایت خلق ومحبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرماتے ،سلام کہنے میں سبقت کرتے تھے ۔مصافحہ اور معانقہ کرتے وقار اور متانت کے ساتھ گفتگو فرماتے ۔کسی کی دل شکنی نہ کرتے ۔غریبوں ، بیواؤں اور ضعیفوں کے گھر جا کران کا پانی بھرتے ضروریات زندگی کی چیزیں بازار سے لا کر دیتے ۔مہمانوں کو خاطر مدارات خود کرتے ۔کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہر چیز مہمانوں کی نذر ہو جاتی ۔تمام اہل وعیال فاقہ کرتے ، ہمیشہ سادہ اور ایک ہی غذا پر گزارہ کرتے کسی مجلس میں تشریف رکھتے تو اپنے سامنے جو کھانا ہوتا اسی پر اکتفاء کرتے ۔سب سے مل جل کر زمین پر اس طرح فروکش ہوتے کہ کسی قسم کا امتیاز نہ دکھائی دیتا ۔آپ کا مقدس چہرہ انور ہی پہچان کی علامت تھا ۔عام انسانوں کے ساتھ یکساں اور مساوات کا سلوک کرتے ،امیر غریب ، چھوٹے بڑے ، کالے گورے کی کوئی تمیز اور فرق نہ رکھتے ، زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے ، انسانوں کی عزت وتوقیر صرف تقویٰ و پرہیز گاری کی بنیاد پر کرتے ۔ بیماروں کی عیادت کرتے ۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں آپ کے جانثار صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم ہمہ وقت حکم کے منتظر اور مستعد رہتے ۔آپ کے ادنیٰ اشارہ ابرو پر جانثاری کو دنیا و آخرت میں سرخروئی اور نجات کا باعث سمجھتے ۔بایں ہمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتے تا کہ امت کا کوئی فرد محنت ومزدوری اور اپنے ہاتھ سے کام کو معیوب خیال نہ کرے ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے آپ کے معمورت کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے اور کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے ، گھر میں خود جھاڑو دیتے ، دودھ دوہ لیتے ۔بازار سے سودا سلف خرید لاتے تھے ۔جوتا ٹوٹ جاتا تو خود ہی اس کی مرمت کر لیتے تھے ۔ڈول میں ٹانکے خود لگا لیتے ۔اونٹ اور سواری کے جانور خود باندھتے ۔چارہ دیتے اور غلام کے ساتھ مل کر آٹا خود گوندھتے تھے ۔ہاتھ سے کبھی اپنے کسی غلام ، لونڈی ، کسی عورت اور کسی جانور کو نہیں مارا ۔آپ نے کسی سائل کی درخواست کبھی رد نہیں فرمائی ۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے ۔آپ حیوانات پر بھی رحم فرماتے تھے اور اس بے زبان مخلوق پر جو ظلم روا رکھے جاتے ، آپ نے اس سے منع فرمایا ۔جانوروں کے گلے میں قلادہ ڈالنے کا رواج ختم کرا دیا زندہ جانور کے بدن کا گوشت کاٹنے جانور کی دم اور بال کاٹنے ، پرندوں کے انڈے اور ان کے گھونسلوں سے بچے اُٹھانے کو منع فرما دیا ۔جانوروں کو بھوکے پیاسے رکھنے والے مالکوں کی سخت تنبیہ فرمائی کہ خدا سے ڈرو ۔حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم طہارت ، پاکیزگی اور خوشبو کو پسند فرماتے ، اُجالا اور پاکیزہ لباس پہنتے اور دوسروں کو پہننے کا حکم دیتے ۔اجتماع عام خصوصا جمعہ کی نماز کے لئے صاف ستھرا لباس پہنتے ۔خوشبو اور سرمہ لگانے کا حکم دیتے تا کہ پسینے کی بو سے دوسرے مسلمان بھائیوں کو معمولی تکلیف تک بھی نہ پہنچے ۔شرم وحیا کی تلقین فرماتے ۔دوسروں کے سامنے ننگا نہانے ، بے پردہ ہونے ، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے ، زنا ، شراب ، سود اور فسق وفجور کی سختی سے ممانعت فرماتے ۔

عدل واحسان کا اسلامی تصور

رئیس المجاہدین الحاج صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی

عدل واحسان اسلامی تعلیمات کے دواہم اصول ہیں،عدل واحسان کی جامعیت پرزور دیتے ہوئے قرآن مجید نے ارشادفرمایا:

ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان (النحل:۹۰) ترجمہ: بےشک اللہ تمہیں عدل واحسان کاحکم دیتا ہے۔

عدل واحسان پرعمل پیرا ہونے سے ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں امن وسلامتی کی ضمانت ہے۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ اسلام کے معنی ہی سلامتی کے ہیں۔ عدل واحسان کے اسلامی شعار کو اختیار کر کے ہی مثالی فلاحی معاشرے کا قیام ممکن ہے۔ قرآن مجید میں عدل کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

قل امر ربی بالقسط (الاعراف:۲۹) ترجمہ: کہہ دیجئے میرے رب نے عدل کاحکم دیا ہے۔

قرآن مجید میں دوسرے مقام پرفرمان الٰہی ہے:

واذا قلتم فاعدلوا (الانعام:۱۵۲) ترجمہ: اور جب تم بات کروتو انصاف کی کرو۔

اسی طرح احسان کے بارے میں بھی قرآن مجید میں بڑی تاکید کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے:

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین (التوبہ:۱۲۰) ترجمہ: بےشک اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان (الرحمٰن:۶۰) ترجمہ: احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے۔

احسان کرنے والوں کوقرآن مجید بشارت دے رہا ہے:

و اللہ یحب المحسنین (آل عمران:۱۳۴) ترجمہ: اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

ان رحمت اللہ قریب من المحسنین (الاعراف:۵۶)

بےشک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پراحسان کرنے کاحکم اس طرح دیا گیا۔

و احسن کما احسن اللہ الیک (القصص:۷۷)

اور احسان کرجیسا اللہ نے تجھ پراحسان کیا۔

عدل واحسان کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کوترجیح دے، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشادگرامی ہے۔"مسلمان ایک دوسرے کے جسد واحد ہیں"۔

اسلام مکمل دستور زندگی ہے اسلام یہ چاہتا ہے کہ ایسا معاشرہ وجود میں آئے جس میں معاشرے کے دبے ہوئے انسانوں کی فلاح وبہبود، اعلیٰ اخلاق وکردار، کفالت اور عدل واحسان جیسی خوبیاں موجود ہوں اسلامی معاشرے میں معاملہ چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی، حاکم کا ہو یا محکوم کا، والدین کا ہو یا اولاد کا دوستوں کا ہو یا دشمنوں کا، اپنوں کا ہو یا بیگانوں کا دین کا معاملہ یا دنیا کا ہر ایک معاملے میں عدل واحسان کا پیش نظر رکھا جائے گا تا کہ معاشرے میں بہتر توازن آئے اور معاشرے سے وابستہ افراد احسن طریقے سے معاشرتی اور سماجی ذمہ داریاں نبھا

سکیں۔

عدل کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے تمام معاملات اور معمولات میں توازن اور تناسب قائم رکھا جائے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر کسی کو اس کے معاشی اخلاقی خاندانی سماجی اور سیاسی حقوق پوری دیانتداری اور ذمہ داری سے ادا کئے جائیں احسان کا مفہوم کسی دوسرے کے ساتھ ایسا عمدہ برتاؤ ہے جسے ہمیشہ اچھے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے اور دوسرے کو اس برتاؤ سے اس بات کا احساس ہو کہ میرے ساتھ کسی نے ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

احسان کی ایک اہم صورت یہ بھی ہے کہ کسی کو مصیبت سے نجات دلائی جائے، احسان میں عفوودرگزر، سخاوت وفیاضی، ایثاروقربانی اور ہمدردانہ خوبیوں اور نیکی کا تصور پایا جاتا ہے۔

حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے احسان کی کیفیت یوں ارشاد فرمائی۔

ترجمہ: ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھتا ہے'' (بخاری شریف)

امام راغب اصفہانی نے عدل واحسان میں امتیاز کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: عدل یہ ہے کہ جس قدر دینا اور لینا واجب ہے اسی قدر دیا اور لیا جائے۔

اور احسان یہ ہے کہ جس قدر دینا فرض ہے، اس سے زائد دیا جائے اور جس قدر لینا فرض ہے، اس سے کم پر راضی ہوا جائے۔

امام قطبی احسان کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

احسان یہ ہے کہ اپنے اعمال اور اخلاق وکردار کو اتنا بلند وبالا بنایا جائے (سنوارا جائے) جو دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے شرافت نرمی، فراخ دلی اور عمدہ اخلاق کا برتاؤ کیا جائے چاہے وہ کوئی بھی ہو یہاں تک کہ اپنے گھر میں پلنے والی بلی اور پنجروں میں بند پرندوں کی خبر گیری میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔

عام لوگوں کے ساتھ ساتھ والدین قرابت دار پڑوسی یتیم محتاج اور مسافر وغیرہ احسان کے زیادہ مستحق ہیں اسلامی تعلیمات میں ان کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ احسان کے زیادہ مستحق ہیں اسلامی تعلیمات میں انکے بارے میں خصوصیت کے ساتھ احسان کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

جب اللہ کریم کی مخلوق اپنے خالق کی رضا وخوشنودی کی خاطر کسی کیساتھ احسان کا معاملہ کرے گی تو اللہ کریم اس سے کہیں زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پوری حیات طیبہ عدل وانصاف، احسان اور اللہ کریم کی مخلوق پر کرم رحمت و رافت سے معمور ہے۔ قریش کے چند سردار حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں قریش کی ایک عورت کی سفارش لے کر آئے جس نے چوری کی تھی انہوں نے سفارش کرتے ہوئے کہا فلاں سردار کی بیٹی ہے یہ بڑے معزز گھرانے کی چشم وچراغ ہے لہذا اس کے لئے سزا میں تخفیف کی جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری بیٹی بھی چوری کرتی تو میں اس کے لئے بھی اسی سزا کا ہی فیصلہ دیتا۔ تم میں سے پہلی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ ان میں سے کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور اگر کوئی غریب مفلس جرم کرتا تو اسے کڑی سزا دی جاتی۔ اسلام کی تاریخ میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خطبہ حجتہ الوداع عدل وانصاف، انسانی حقوق کا ایک ایسا چارٹر ہے جس کی مثال پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔

جو لوگ عدل واحسان کے بارے میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں وہی سعادت مند لوگ معاشرے میں اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔

تحریک فروغ عشق رسول ﷺ کے سفیر

جناب مفتی شاہد اقبال آسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناشر اخلاص وطریقت، تاجدار معرفت وحقیقت، میراث سلف وصالحین سیدی حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ پاکیزگی وافکار طہارت قلب ونگاہ جسم تحریر بیان قرینہ ادب آداب افکار اسلوب شرح عشق ومحبت میں بلا مبالغہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے آپ نے اس ظلمت کدہ دہر میں اپنی خداداد قابلیت سے طشت حال وقال میں عظمت عظمت آل رسول اور عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ جلائے لحہ بہ لحہ منزل ایثار کی طرف بڑھتے گئے زمانے کو روشن کرتے گئے اسکول ہو یا کالج زمانہ طالبعلمی ہو یا تدریسی فرائض انجام دہی کا سیدی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اور مطمع نظر اللہ کے دین کی سربلندی اور دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجالا کرنا تھا آپ نے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر ساری زندگی قربان کردی۔ آپ بچپن ہی سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبوں سے سرشار تھے

یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اپنا پہلا اردو شعر جو اس عاجز کی زبان سے نکلا وہ بھی نعت شریف ہی کا تھا یعنی

توقیر جس نے کی ہے خدا کے حبیب کی
مولا نے اس کو جنت اعلیٰ نصیب کی

میں اس وقت چھٹی جماعت میں تھا دوسرے مصرعے کی زبان ہی سے یہ بات ظاہر ہے میرے والد صاحب اکثر درج ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے

تعظیم جس نے کی ہے محمد ﷺ کے نام کی
مولا نے اس پر آتش دوزخ حرام کی

میرا شعر اس کی تبدیل شدہ صورت تھی

شیخ کامل نے آپ کو اپنے سایہء عاطفت میں لے کر اس جذبہ صادقہ کو پروان چڑھایا نگاہ شیخ سے آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیوں پر فائز ہوئے اپنا دامن اس دولت عظیم سے کتنا بھرا، ہماری سوچ فہم سمجھ سے بالاتر ہے۔

آپ کا ظاہر و باطن سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آئینہ دار تھا اپنی ساری زندگی فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کر چکے تھے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عالم تھا جب کبھی بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چل پڑتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں اگر کسی اسلام کے دشمن نے اسلام کے خلاف کچھ لکھا یا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی

عظمت پر حرف ڈالنے کی کوشش کی تو سیدی حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کا قلم برق وبار بن کر بجلیاں گراتا۔ ایک بد بخت نے جب رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ بعد از وصال کا انکار ایک زہریلی تحریر میں شائع کیا مرشد عالی قدر نے جواب میں شاہ ابرار زندہ و مختار کتاب لکھ کر ایسا رد فرمایا کہ منکر کو سوائے خاموشی کے یارا نہ رہا۔ نام نہاد امام الہند ابوالکلام آزاد نے جب میلاد شریف کی روایات کے بارے میں ہرزہ سرائی کی تو آپ نے اس کے جواب میں میلاد شریف اور بعض روایات کے نام سے تحقیقی کتاب تحریر فرما کر اس کا مسکت جواب دیا۔ مردان حق کے نام سے اولیاء اکرام کی عظمتوں کے منکرین کے رد میں کتابچہ تحریر فرمایا۔ الغرض ہر باطل کا رد اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمع فروزاں کرنے کے لیے الحقیقہ کے نام سے ماہانہ رسالہ جاری فرمایا جس نے قلیل مدت میں محبوبان خدا کے گستاخوں میں لرزہ طاری کر دیا۔

دشمنانِ مصطفیٰ سے صلح کیوں
ان سے ہر دم جنگ کا اعلان ہے

بلاشبہ سیدی مرشدی حضور مفکر اسلام قدس سرہ العزیز تحریک فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم سفیر تھے جہاں جہاں بھی آپ تشریف لے گئے اپنے حلقہ احباب میں عشق رسول کی شمعیں روشن فرمائیں۔ آپ کے جذبہ عشق رسول سے نہ صرف شاگرد اور عام لوگ مستفید ہوئے بلکہ ہم عصر کلاس فیلوز بلکہ اساتذہ تک متاثر و مستفید ہوئے۔

آپ کے ہم عصر پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی فرماتے ہیں:

آپ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ان کی زندگی کا مطالعہ قریب سے کرنے سے انسان عام لوگوں کی طرح ان سے دور نہیں ہوتا بلکہ اور قریب تر ہو جاتا ہے وہ ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے اپنا مسلک رکھتے ہیں لیکن وہ جو کچھ بھی ہیں اپنے دل اور دماغ کی گہرائیوں سے وہی کچھ ہیں۔

مرشد کامل حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے کلاس فیلو ہم عمر سینئر ہیڈ ماسٹر اللہ رکھا صاحب (ریٹائرڈ) آپ کی شخصیت کے اوصاف اور خاص کردہ تحفہ جو انہیں آپکی سنگ ورفاقت سے ملا بڑے خوبصورت الفاظ میں بیان فرماتے ہیں انہی کی زبانی سنیے

1956ء میں اسلامیہ ہائی سکول سیالکوٹ سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں فرسٹ ایئر میں داخلہ لیا فرسٹ ایئر کے ششماہی امتحانات میں شامل ہوا تو میرا خیال تھا کہ تین سو طلباء کی جماعت میں میرے ہر مضمون میں سب سے بہترین نمبر ہوں گے۔ جیسے جیسے پرچہ جات مارکنگ کے بعد واپس ملنے لگے تو ہر پرچے میں میری دوسری پوزیشن آتی اور حیران ہوتا وہ کون سا طالب علم ہے جو مجھ سے زیادہ نمبر حاصل کرتا ہے ایک دن پروفیسر صاحب نے تاریخ کے پرچے واپس دیے میری دوسری پوزیشن آئی تو کھڑے کھڑے طلباء میں میں نے اس ہم جماعت کو تلاش کرنا شروع کر دیا جس نے ہر روز اول پوزیشن حاصل کی تھی۔ پوچھتے پوچھتے پاس پہنچا تو دیکھ کر مزید حیران ہوا اول آنے والے طالب علم کھدر کے شلوار قمیض، کندھے پر پڑا رومال مجموعی تاثر سادگی اور درویشی کا کامل نمونہ تھے۔ ساتھ ہی آپ کی حرکات سے اول پوزیشن کے نمبر حاصل کرنے کا ہلکا سا احساس یا جذبہ تفاخر بھی عیاں نہ تھا۔ یہی درویش نما طالب علم پروفیسر محمد حسین آسی صاحب تھے۔

میں اس درویشانہ شان بے نیازی سے بہت متاثر ہوا ساتھ ہی پختہ ارادہ کر لیا کہ اس ساتھی طالب علم سے دوستی کا رشتہ قائم کیا جائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ آشنائی دوستی اور دوستی پیر بھائی کی شکل کر گئی۔ گورنمنٹ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کے علاوہ جناح اسلامیہ کالج

میں مجھے آسی صاحب کے ساتھ چار سال کی رفاقت نصیب ہوئی اور ہم جماعت سے زیادہ مخلص دوست اور پھر دوستی کا رشتہ عزیز بھائیوں جیسا ہوگیا۔ فرسٹ ایئر اور سیکنڈ ایئر کے دوران آسی صاحب کچھ عرصہ موضع غازی پور رحمت علی صاحب حضور نقش لاثانی کے خاص مرید کے ہاں رہے اور بعد میں جناح اسلامیہ کالج کے ہاسٹل شیریں منزل میں منتقل ہوگئے وہاں آپ بی اے کی تکمیل تک مقیم رہے۔ ایف۔اے کے امتحان میں آسی صاحب لاہور بورڈ میں سیکنڈ آئے آپ کے نمبر سب سے زیادہ تھے لیکن گورنمنٹ کالج کے لاہور کے کسی امیر گھر کے طالب علم کا ایک نمبر اضافہ کرکے اسے اول لایا گیا میری یادداشت کے مطابق آسی صاحب کے 492 نمبر تھے اور اول آنے والے کے 493 نمبر کیے گئے ہم ساتھیوں کو اس ناانصافی پر بڑا افسوس ہوا لیکن آسی صاحب تو حسب عادت اخبارات میں دوم پوزیشن کی خبر کے ساتھ اپنا فوٹو دینے پر تیار نہ تھے نمود و نمائش انہیں بالکل پسند نہ تھی۔

<u>1960</u>-61 بی ایڈ ٹریننگ کے دوران چار سالوں کے دوران میرے دیکھنے میں آیا کہ آسی صاحب راتوں کو جاگتے اور دن کو ہر روز روزہ سے ہوتے۔ راتوں کو مسلسل جاگتے اور دن کو روزہ رکھنے سے ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تھوک کے ساتھ خون آنے لگا بہت فکر اور پریشانی ہوئی بڑی محنت اور کوشش سے میں آسی صاحب کو کالج ڈسپنسری لے گیا ڈاکٹر صاحب نے نہایت توجہ سے معائنہ کرنے کے بعد کہا تھوک میں خون کی آمیزش انتہائی خشکی اور گرمی کی وجہ سے ہے۔ دوائی بھی لے جائیں اور ساتھ باقاعدگی سے دودھ استعمال کریں مناسب نیند پوری کریں چند دن کے آرام اور دودھ وغیرہ سے تھوک کے ساتھ خون آنا بند ہوگیا۔

ایک دفعہ میں نے بحضور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک فریاد شعروں کی صورت میں پیش کی تو آپ نے اس کا یہ شعر بہت پسند کیا اور بعد ازاں کئی بار فرمایا تمہارا وہ شعر مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

اے مونس غریباں در حال مادل شکستگاں را دردیدہ ونظر کن

زندگی بھر میں بہت سے اچھے لوگوں سے شرف تعلق کا موقع ملا لیکن آسی صاحب جیسا عاشق اور ان جیسا اپنے پیر و مرشد سے والہانہ عقیدت رکھنے والا فدا کار جذبہ کا حامل مجھے دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔

آسی صاحب کی زندگی کا مرکز و محور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم رہا اور حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کے مخلص ترین مریدین میں سے تھے۔ اکثر راتوں کو ادریس بھٹی پروفیسر عبداللہ آسی صاحب راقم اور چند دیگر احباب بیٹھے باتیں کررہے ہوتے جب کبھی بات ادھر ادھر دنیاوی باتوں کی ہوتی نظر آتی آسی صاحب دخل دے کر اس کا رخ سرکار مدینہ ﷺ کی طرف موڑ دیتے اور جب دوسرے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر خیر شروع کرتے تو آپ علیہ الرحمہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات آجاتی سرائے بھا بھیڑیاں سیالکوٹ ادریس بھٹی مایہ ناز سائنسدان کے ہاں بہت سی ایسی راتوں میں سونے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ آسی صاحب نے ہر ملنے والے کو متاثر کیا استاد کو شاگرد کو دوست کو دشمن کو اپنے کو بیگانے کو۔ ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کے افعال و کردار میں آسی صاحب زندہ ہیں اور تاقیامت زندہ رہیں گے۔ ان کا خاص تحفہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق سرکار مدینہ رہا ہے۔ خود میرے اندر جو چند خوبیاں محسوس ہوتی ہیں یہ آسی صاحب کے تعلق کا اثر ہے وہ تحفہ جو آسی صاحب نے مجھے عطا کیا محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آسی صاحب نے روح میں سمو دی ہے اسے باقاعدہ محسوس کررہا ہوں اور دوران تدریس 36 سالوں میں اسے قریباً دو لاکھ انسانوں میں تقسیم کرتا رہا ہوں اور آخری سانس تک یہ سلسلہ جنون انشاءاللہ جاری رکھوں گا۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے
چند ملفوظات و ارشادات

☆☆☆===☆☆☆

﴿ممنون احمد آسوی حسینی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ نبی محترم و محتشم ﷺ کی عزت و عظمت کے خلاف سازش کرنا بدترین بے غیرتی، بدترین بیوفائی، بدترین منافقت اور بدترین بد قسمتی ہے۔

☆ ذلیل ترین شخص وہ ہے جو اپنے نبی پاک ﷺ کی تعظیم کے خلاف سازشوں میں شریک ہوتا ہے۔

☆ اے خدا کی رحمتوں اور نبی ﷺ کی برکتوں سے مالا مال ہونے والے امتی بول؟ تو کس کا ساتھ دے رہا ہے۔ اپنے نبی ﷺ یا اس کے دشمنوں کا۔

☆ عشق رسول ﷺ خشک لکڑی میں بھی زندگی پیدا کر دیتا ہے۔

☆ اسلام اور بانی اسلام سے غداری کرنے والے کو قدرت کبھی معاف نہیں کرتی۔

☆ جو بھی تحفظ ناموس ایکٹ کو بدلے گا وہ ملعون ہے خواہ وہ صدر ہو وزیر اعظم ہو یا اسمبلی ہو۔

☆ کتنے تعجب کی بات ہے اگر کسی لیڈر، مولوی یا سیاسی رہنما کی تعریف کریں تو یہ فرقہ ورایت نہیں اگر رسول پاک ﷺ کی مدح و ثنا کریں تو اسے فرقہ ورایت کہا جائے۔

☆ کتاب و سنت پر عمل نہ کرنا فسق اور توہین کرنا کفر ہے۔

☆ اصل عزت دنیا، دولت اور شہرت و حکومت سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی محبت اور اطاعت سے ملتی ہے۔

☆ اسلام حضور ﷺ کی اطاعت ہے تو ایمان آپ ﷺ کی محبت کا نام ہے۔ رہ گئی تعظیم رسول ﷺ تو وہ ایمان کی پہچان اور اسلام کی جان ہے۔

☆ جو شخص نبی مکرم ﷺ کا باغی ہے اس کا کلمہ کیا، داڑھی کیا اور اس کی نماز کیا سب فسق و فجور کا پلندہ ہے۔

☆ پاکستان حضور ﷺ کا تبرک ہے۔

☆ ہمارے بارے میں سب کو یہ بات معلوم رہنی چاہئے کہ ہم سیاسی جماعت سے وابستہ نہیں اور نہ ہم سیاسی مصلحتوں کے شکار ہیں۔

ہمارا ایک ہی معیار ہے جو اسلام اور پاکستان کا غدار ہے وہ ہماری نظر میں کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے بلکہ پاکستان سے بھی ہمیں محبت اس لئے ہے کہ ہم اسے حضور ﷺ کا تبرک سمجھتے ہیں اور یہ خاص حضور اکرم ﷺ کی توجہ کی برکت سے معرض وجود میں آیا تھا۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ کے سچے غلام اور وفادار علماء مشائخ سب مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔ سرکار دوعالم ﷺ کی توجہ سے پاکستان بن گیا جو لوگ علماء و مشائخ کے لبادے میں حضور پرنور ﷺ کی محبت سے محروم تھے وہ گاندھی اور ہندو کے ہمنوا بن گئے مثلاً تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مدرسہ دیوبند مخالفین پاکستان کا ایک گڑھ تھا ان لوگوں نے انگریزوں سے رشتہ محبت جوڑا تھا اور بعد میں قوم کو ہندوؤں کی غلامی کیلئے تیار کر رہے تھے۔ اللہ جل مجدہ کی قدرت سے پاکستان بن گیا۔ باغیان رسول علیہ التحیۃ والثناء کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

☆ واللہ ہمیں اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے بھی اسلئے محبت وعقیدت ہے کہ جب انگریز اپنے پٹھوؤں کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخی کرا رہے تھے تو بریلی کے قلندر نے اپنی زندگی اپنے آقا ومولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گن گانے اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے وقف کردی اور سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی سنت پر پورا پورا عمل کر دکھایا اور مزید فرمایا

کفر پر توحید کی برکت سے چھاتے جائیں گے
جو خدا کے سامنے اٹھا، بٹھاتے جائیں گے
ہم رضا والے ہیں اے آتی بہ تسلیم و رضا
یوں رضؔا کے شعر کا نعرہ لگاتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

☆ ہم ایسے پیروں وفقیروں کے قطعاً قائل نہیں جو شریعت کے منکر ہیں۔ اگر کسی بزرگ کی اولاد احترام شریعت اور التزام شریعت چھوڑ دے تو پھر بھی اسے پیر یا بزرگ ماننا اس بزرگ سے بے وفائی ہے۔ آج عموماً اس بات کی پرواہ نہیں کی جاتی اور پیر کی اولاد کو پیر سمجھ کر اسی طرح اس کا احترام رکھا جاتا ہے جس طرح اللہ کے اصل بندے کا ہونا چاہئے۔ ہاں ہاں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا باغی ہے اس کے ساتھ ہمارا کیا تعلق اور اگر اس کے ساتھ تعلق ہے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کیا تعلق۔

☆ دل غافل ہو تو اسے پند ونصیحت سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔

☆ جب کسی قوم کا ضمیر مردہ، فکر مفلوج، دماغ ماؤف، دل بے حس ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے قعر مذلت میں گرنے سے بچا نہیں سکتی۔

☆ ہندو پر اعتماد کرنے والا اپنی قوم کو دھوکا دیتا ہے۔ ہندو بالکل نفس شریر کی طرح ہوتا ہے سب جانتے ہیں یہ قوم قابل اعتماد نہیں۔

......☆☆☆

”ہماری منزل کیا تھی......اور ہم کدھر جا رہے ہیں“

(حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ)

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)

اسلام کے بہی خواہ اور ملت اسلامیہ کے سچے ہمدرد جہاں اس بات پر پریشان رہتے ہیں کہ عموماً وہ دین کا جذبہ کارفرما نہیں رہا، ملت کے نوجوانوں کو عیاشی و فحاشی کا دلدادہ بنایا جا رہا ہے، مرد و زن کا وہ اختلاط جو تہذیب حاضر کا خصوصی سیاہ کارنامہ ہے عام ہو رہا ہے، درآمدی فیشنوں نے دل و دماغ کو اپنے چنگل میں پھنسا رکھا ہے، ٹی وی اور دوسرے ذرائع ابلاغ کی برکت سے رقص و سرود کی محفلیں گھر گھر میں پہنچ رہی ہیں، ہماری کالج میں پڑھنے والی بچیاں حیا سے ناآشنا ہوتی جا رہی ہیں، نصف صدی گزرنے کے باوجود یہاں وطن عزیز میں اسلامی نظام تعلیم اور اسلامی نصاب تعلیم مروج نہیں کیا گیا۔ غرض دل خون کے آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے کہ ہماری اصل منزل کیا تھی اور ہم کدھر جا رہے ہیں، اس کا حل یہی تو ہے کہ خدا کا اور اس کیلئے اس کے رسول ﷺ کا عشق دلوں میں پیدا کیا جائے۔ حضور پرنور ﷺ کے کمالاتِ صورت و سیرت بیان کر کے قافلے کا رخ اپنے اصل قبلے کی طرح موڑا جائے، اسلام کو اپنے اپنے ماحول میں ہی سہی زیادہ سے زیادہ نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور دین حنیف کے حوالے سے معاذ اللہ اگر کوئی احساس کہتری کا شکار ہے تو اسے اس سے نکالا جائے۔ نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی نوع انسان پر جو احسانات کئے ہیں، اور اولاد آدم علیہ السلام کو قعر مذلت سے نکالنے کیلئے جو جو اقدامات کئے ہیں، انھیں بیان کیا جائے۔ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وہ معجزات جنھیں دیکھ کر کفار قدرت خداوندی اور عظمتِ نبوت پر ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے تھے انھیں بڑھ چڑھ کے بیان کیا جائے۔ اطاعت خداوندی کے جو فائدے عقبیٰ میں ہوں گے صرف انھیں کو بیان نہ کیا جائے بلکہ اس دنیا میں بھی اس سے فکر و عمل کو جو روشنی اور قوت و برکت ملتی ہے، بیان کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ تھے کرنے کے کام مگر یار لوگوں کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ لوگ اگر اللہ کے ساتھ اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لیتے ہیں، تو حید حاضرؒ کے جیالے چڑ جاتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نظر کرم اپنے ہر امتی کے شامل حال ہے اور اسے احتیاط سے سفرِ حیات طے کرنا چاہئے، اس قسم کے جملے سن کر احتیاط تو ایک طرف رہی الٹا شرک شرک کا نعرہ لگا دیتے ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور امتی کا تعلق یہ بیچارے سمجھ نہیں پاتے اور نہ سمجھ سکتے ہیں اس لئے کہ خود کو ’امتی‘ کہلوانا ان کیلئے غالباً بوجھ ہے۔ امتی بنیں تو تعلقات کی لطافت کو سمجھیں اور جب امتی ہی نہیں تو کیا سمجھیں اور کیونکر سمجھیں۔ ان کا اندازِ گفتگو بعض اوقات اتنا دلخراش ہوتا ہے کہ سننے والا آسانی سے یہ اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے سچے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دل سے نہیں مانتے اور جو کچھ یہ اول فول بک رہے ہیں، اللہ کے سچے نبی ﷺ کی شان اس سے وراء الوراء ہے۔

ہاں ہاں یہ خیالی بات نہیں، ایسا ہوتا ہے اور بعض دفعہ سلیم العقل لوگ صرف ان کی باتیں سن کر ہی یہ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ میرے برادرِ طریقت راؤ نصر اللہ خاں مرحوم کا ایسا ہی واقعہ ہے۔ میرے محسن و مربی اعلیحضرت قیوم زمانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے انھیں بزم لاثانی ضلع ساہیوال کا صدر نامزد فرمایا تو ہمارا ان کا تعلق اور بھی بڑھ گیا۔ ایک دفعہ دوران گفتگو فرمانے لگے کہ میں نے دیوبندی گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور ہمارے گھر والے ہی تھے جو اپنے گاؤں میں دیوبندی علماء کو تبلیغ کیلئے بلایا کرتے تھے۔ راؤ صاحب فرماتے تھے کہ میں

نے ان دیوبندی علماء سے حضور ﷺ کے بارے میں ان کے خیالات سنے تو میرے دل نے گواہی دی کہ اللہ کے رسول ﷺ کی (معاذ اللہ) شان اتنی کمزور نہیں ہو سکتی اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، محض بغض وعداوت کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔ راؤ صاحب کے بقول اسی قسم کی تقریریں سن سن کر وہ اپنے گھر والوں کے عقیدے سے تائب ہو گئے اور پھر بعد میں وہ غوث زماں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو گئے۔

برادران عزیز، کسی کے نعروں پر نہ جایئے، کسی کی شکل سے دھوکا نہ کھایئے کسی کی من موہنی باتوں پر لٹو نہ ہو جایئے، ہاں ہاں یہ دیکھو اس کا اللہ کے پاک حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کیا رویہ ہے۔ باغیانہ ہے یا غلامانہ۔ باغیانہ ہے تو کسی لبادے میں ہو، کسی رنگ کا ہو اور چکنی چپڑی باتوں میں شاق ہو، اسے دنیا کا سب سے زیادہ بدبخت شیطان سمجھئے۔ ایسا کیوں نہ ہو، دنیا میں کون ہے جو اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ان کی طرح مانتا ہے۔ آج کل کسی یہودی سے مل کر دیکھ لیجئے، اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کس قسم کے عقائد ونظریات ہیں۔ کیا آپ نے کسی یہودی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تنقید کرتے دیکھا، کیا کسی عیسائی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے دیکھا۔ وہ تو ان کے معجزات چھپانے کے بجائے جو تین چار ہیں انھیں بڑھا چڑھا کے پیش کرتے ہیں اور انھیں نبی کے بجائے خدا مانتے ہیں۔ ایک یہ ہیں کلمہ بھی پڑھتے ہیں، بظاہر رسول بھی تسلیم کرتے ہیں، پھر بھی دن رات ان کے کمالات چھپانے اور ان کا انکار کرنے کرانے پر قسم کھائے بیٹھے ہیں۔ ایسے نا ہنجار اور کہاں ہوں گے؟ ان کی باتیں سن کر اسلام میں کوئی کشش محسوس ہوگی یا کسے خداوند کریم وقدیر کی رحمتوں اور قدرتوں پر یقین آئے گا۔ مگر یہی تو یہ چاہتے ہیں کہ اندر والے اسلام سے بددل ہوں اور باہر سے آنے کا ارادہ کرنے والے باہر رہیں۔ کیا آپ بھول گئے جب حضور اکرم نور مجسم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہاں یہودی بھی موجود تھے۔ حضور اکرم ﷺ انھیں دوران گفتگو اپنی تشریف آوری اور بعثت کا ذکر توریت میں پڑھنے کیلئے کہتے تو جہاں حضور ﷺ کا ذکر خیر آتا تو اس پر ہاتھ رکھ لیتے، تاکہ ذکر پاک چھپا رہے پھر حضور ﷺ انھیں فرماتے کہ ہاتھ ہٹا کر پڑھو وہ پڑھتے تو حضور ﷺ کا ذکر خیر بغیر کسی ابہام کے ہوتا۔ کسی حد تک یہی حال ان کا ہے بلکہ ان کا حال اور بھی زیادہ برا ہے۔ وہ یہودی وقتی طور پر سہی مان جاتے تھے، مگر یہ نہیں مانتے۔ ان کا انداز بعض اوقات اتنا بے رحمانہ ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی ان کا مذاق اڑاتے ہیں مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ چنانچہ قیام پاکستان سے قبل کہتے ہیں کہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کے لیے بریلی شریف سے تشریف لائے تو مولوی محمد شریف صاحب سابق شیخ الحدیث مسجد فتح پوری (دہلی) نے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ حضرت محدث اعظم قدس سرہ کو ثابت کرنا تھا کہ حضور سرور عالم، رحمت عالمیان ﷺ اپنے غلاموں کی امداد فرماتے ہیں جب کہ دیوبندی مناظر کو اس کا جواب دینا تھا۔ کہتے ہیں کہ دیوبندی مناظر کی قال وقیل سن کر ہندو سکھ کہتے تھے کہ مولوی صاحب اگر آپ کا نبی کچھ نہیں کر سکتا اور کچھ نہیں دے سکتا تو آیئے ہمارے ساتھ مل جایئے اور ہمارے مذہب میں آجایئے۔ غرض نجدی مناظر اور اس کے ہمنوا بڑی رسوائیوں کا بوجھ سر پر اٹھائے واپس ہوئے مگر حلقہ بگوش رسول ﷺ پھر بھی نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ۱۹۶۳ء کے لگ بھگ ان کی موت ہوئی تو کئی دن تک قبر سے بدبو آتی رہی۔ سچ ہے کافر ایک دفعہ جس کلمہ مقدسہ کو پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے منافق اسے لاکھوں بار پڑھ کر بھی مسلمان نہیں ہوتا۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ کافر نے اگرچہ ایک بار پڑھا مگر پڑھا دل سے ہے، اس کے برعکس منافق نے لاکھوں بار پڑھا مگر پڑھا صرف زبان سے ہے۔ قرآن پاک میں دیکھ لیجئے جو سزا منافق کی ہے، وہ اسی کے لیے ہے اور وہ سب سے سخت ہے چنانچہ

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ج ولن تجد لھم نصیرا ٥ (النساء۔۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

فکر وشعور کی پسماندگی اور اس کا نتیجہ

جناب محمد سلیم امجدی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت انسان حیوان ناطق سے مرکب ہے اس لئے جہاں اس میں حواس خمسہ اور متحرک بالا ارادہ کی طاقت وقوت پائی جاتی ہے کہ جس کے توسط سے وہ دیکھتا، چکھتا، سنتا، سونگھتا اور محسوس کرتا ہے نیز اپنی بساط بھر جہاں کہیں چاہتا ہے آتا جاتا ہے وہیں اس میں تفکر وتدبر کا ملکہ بھی موجود ہے جس کے ذریعہ وہ خیالات وتصورات افکار ونظریات کی وادیوں میں صحرا پیمائی کرتا رہتا ہے۔

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے خانگی معاشرتی معاشی ثقافتی اور دیگر امور زندگی کو خوشگوار وسعید بنانے کے لیے تفکر وتدبر کی راہ اپنائے اور ہر معاملے میں غور وفکر کر کے اپنے فوائد ونقصانات کو اجاگر کرے کیوں کہ کوئی آدمی اس دنیا میں بے فکر ہو کر خوشگوار زندگی گزارنے کا متحمل نہیں ہوسکتا اس لیے یہ دنیا جہاں اچھائیوں اور خوبیوں کا سر چشمہ ومنبع ہے وہیں برائیوں اور خرابیوں کا بھی مخزن ہے اس دنیا میں کانٹوں کے باوجود پھولوں تک اپنا ہاتھ پہنچانا ہوتا ہے یہاں بیماریوں کے بے شمار جراثیم کے باوجود اپنے آپ کو تندرست اور صحت مند بنانا پڑتا ہے اسی طرح اس دنیا میں آدمی کو یہ کرنا ہے کہ وہ ناموافق حالات کو دیکھ کر مایوس نہ ہو اور نہ شکایت واحتجاج میں اپنا وقت ضائع کرے وہ ان حقائق کی موافقت کر کے جئے جن کو وہ بدل نہیں سکتا وہ راستے کے ان پتھروں سے کترا کر نکل جائے جو اس کے سفر میں حائل ہو رہے ہیں لوگوں کی مخالفانہ باتوں پر مشتعل ہونے کی بجائے وہ تدبیری حکمت کے ذریعے ان سے نپٹنے کی کوشش کرے کیونکہ انسانی سماج مختلف المزاج انسانوں کا مجموعہ ہے اس کے اندر طرح طرح کے لوگ ہیں ان کے مفادات ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں مختلف اسباب وعلل سے ایک دوسرے کے بیچ میں ناخوشگواریاں پیدا ہوتی ہیں یہ اونچ نیچ اور یہ فرق سماجی زندگی میں ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا کسی حال میں اسے ختم نہیں کیا جاسکتا

البتہ کوئی آدمی جب کسی معاملہ میں غور وفکر کر کے اس مفید نتائج تک رسائی حاصل کرنا چاہے تو اسے یہ حقیقت ضرور مدنگاہ رکھنی ہوگی کہ انسان کے حالات بظاہر کتنے ہی غیر موافق ہوں اس کے اندر موافق پہلو بھی رہتا ہے ایک شخص جو گہری نظر رکھتا ہو وہ زیادہ دور تک اور گہرائی میں جا کر دیکھے گا اور ناموافق پہلو کے ساتھ موافق پہلو کی دریافت میں کامیاب ہوجائے گا مگر جو شخص چیزوں کو صرف ظاہری طور پر دیکھنے کی نگاہ رکھتا ہو وہ سطحی چیزوں کو دیکھے گا اور بلاشبہ زیادہ گہرے پہلوؤں کو دیکھنے میں وہ ناکام رہے گا۔

پھر یہ ناکام شخص خیالات واوہام کا شکار ہو کر ظن وگمان کی وادیوں میں گھستا اور پھنستا چلا جائے گا جس سے قرآن حکیم سختی کے ساتھ روکتا ہے ترجمہ اے ایمان والو زیادہ وہم وگمان سے پرہیز کرو کہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں۔

ترجمہ اور ان میں سے اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر بے شک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا ہے بے شک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔ (سورہ یونس:۳۶)

بلکہ اسلام کا تو نظریہ یہ ہے کہ جب تک تم کو تحقیق وتدقیق اور وثوق ویقین کے ساتھ کسی کے متعلق کسی بات کا علم نہ ہو اس وقت تک بہتر ہی

گمان رکھو کیونکہ حدیث نبوی ہے:
مومنوں کے بارے میں نیک گمان رکھو کیونکہ کسی کے متعلق بدگمانی ہوجانے کے بعد اس کی ہر جائز مستحسن سرگرمی بھی مشکوک نظر آنے لگتی ہے۔
ایک شخص دوسرے شخص سے کسی طرح بدگمان ہوجاتا ہے اور انکشاف حقیقت کے بعد اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کے متعلق جناب عطا عابدی صاحب نے ایک تمثیلی واقعہ تخلیق کیا ہے جو نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے موصوف کے شکریہ کے ساتھ یہاں معرض نگارش میں لایا جاتا ہے۔ اختر دسویں درجہ میں پڑھتا تھا خالد اس کا ہم جماعت تھا اور اس کے محلے میں رہتا تھا ایک دن کی بات ہے اسکول میں حساب کی گھنٹی میں اختر اپنے بستے سے پنسل نکالنے لگا لیکن اسے سخت حیرانی ہوئی کہ وہاں پنسل تھی ہی نہیں اختر پریشان ہوگیا اور سوچنے لگا آخر اس کے بستے سے کس نے پنسل نکالی اس نے مجبوراً پنسل کا کام قلم سے کیا حالانکہ اس کے لئے استاد کی سرزنش بھی سہنی پڑی حساب کی کلاس کے بعد وقفے کی گھنٹی بجی اس نے آس پاس دیکھا تو بغل میں بیٹھا ہوا خالد موجود نہیں تھا غالباً وہ استاد کے نکلتے ہی باہر نکل گیا تھا یہ دیکھ کر اختر کو یہ سوچنے پر دیر نہ لگی کہ اس کے بستے سے اسی نے پنسل نکالی ہوگی اور اب اسے چھپانے کے لئے فوراً باہر نکل گیا اسے حیرت تھی کہ خالد سے کسی کو اس طرح کی شکایت کبھی نہیں ہوئی تھی لیکن پھر اس نے سوچا خالد نے اسی لئے یہ حرکت کی ہوگی کہ اس پر کسی کو شک نہ ہوگا اسی ادھیڑ بن میں اختر باہر نکلا کھیل کے میدان میں کئی لڑکے کھیل رہے تھے درختوں کے نیچے لڑکے چاٹ اور کچھ مونگ پھلی لے کر کھا رہے تھے ایک دوسری جگہ آئس کریم والوں کے ارد گرد کچھ بچے جمع تھے تو کچھ اپنی اپنی ٹولیوں میں خوش گپیوں میں مصروف تھے اختر کی نگاہ سبھی جگہ خالد کو ڈھونڈ رہی تھی لیکن خالد کا کہیں پتہ نہ تھا اختر کو یقین ہوگیا کہ اس کی پنسل خالد ہی نے چرائی ہے ورنہ ہر دن اس کے ساتھ کھیلنے والے خالد کو آج کیا ہوگیا۔ وقفہ ختم ہوگیا سبھی لڑکے اپنے اپنے درجے میں اپنے اختر کی نگاہ اب بھی خالد کو ڈھونڈ رہی تھی لیکن خالد اپنے درجے میں اس وقت پہنچا جب استاد بھی آ گئے۔
اختر نے خالد پر اپنی نظر ڈالی اس کی یہ پریشان صورت دیکھ کر اختر کا شک مزید پختہ ہوگیا اختر کا دل اب پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا اسے یہ فکر بھی تھی کہ چھٹی کے بعد خالد کو وہ کس طرح رنگے ہاتھوں پکڑے گا۔
چھٹی ہوئی تو سبھی لڑکے خوشی میں جھومتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے اختر نے دیکھا خالد ان میں نہیں تھا اسکول سے باہر نکل کر آگے نظر ڈالی تو خالد تیز تیز قدموں سے گھر کی جانب جاتا دکھائی دیا اب اس کو پکا یقین ہوگیا کہ پنسل خالد ہی نے لی ہے ورنہ خالد کبھی اس طرح گھر نہیں جاتا تھا وہ تو اس کے علاوہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ہی گھر جاتا تھا آج چوری پکڑے جانے کے ڈر سے وہ ساتھیوں کو چھوڑ کر اکیلا گھر بھاگا جا رہا ہے اس نے سوچا وہ گھر جاتے ہی ابو سے خالد کے پنسل چرا لینے کی بات کرے گا اور اس کے گھر جا کر خالد کے بستے سے وہ اپنی پنسل نکال کر اسے چور ثابت کرے گا اختر نے اپنے ساتھیوں سے بھی خالد کی آج کی حرکتوں کا ذکر کیا سب نے سن کر خالد کو پنسل چور قرار دیا۔ اختر گھر پہنچا تو اس کے ابو دفتر سے نہیں لوٹے تھے اس کی بے چینی امی سے بھی چھپی نہ رہ سکی امی نے آخر پوچھ ہی لیا کیا بات ہے بیٹے؟ آج کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" ہاں امی خالد نے آج میرے بستے سے میری پنسل چرائی پنسل نہ ہونے کے سبب حساب کے استاد سے ڈانٹ بھی سننی پڑی ماں کچھ اور پوچھنے ہی والی تھی کہ دروازے کی گھنٹی بجی امی نے دروازہ کھولا اختر کے ابو دفتر سے آ گئے تھے۔ اختر نے ابو کو گھر میں قدم رکھتے ہی انہیں پنسل کی چوری کا واقعہ سنا دیا اور یہ سن کر اپنے پڑھنے لکھنے کی میز پر گئے اور اختر کی پنسل اختر کے حوالے کر دی انہوں نے بتایا کہ آج صبح ان کو ضرورت پڑی تو وہ ان کے بستے سے پنسل نکال کر کام کرنے لگے تھے پھر وہ پنسل بستے میں رکھنا بھول گئے اختر اپنی پنسل مل جانے کے باعث اب ذہنی توازن سے آزاد ہوگیا مگر ایک خلش اب بھی اس کے دل میں تھی آخر خالد کی حرکتیں ایسی کیوں تھیں وہ اپنی اس خلش کا اظہار کرتا اس سے پہلے ہی ابو نے پوچھا آخر تم نے خالد ہی پر پنسل کی چوری کا الزام کیوں لگایا۔ اختر نے

اس کے جواب میں وقفے کی گھنٹی سے لے کرچھٹی تک کی خالد کی کارکردگی بیان کردی یہ سن کر ابو نے کہا بیٹے جب کسی سے کسی طرح کی بدگمانی ہوجاتی ہے تو اس کی ہر سرگرمی مشکوک نظر آتی ہے اب بتاو پنسل تو خالد نے چرائی نہیں لیکن بدگمانی ہوتے ہی اس کے تمام افعال مشتبہ ہوگئے اور تم ذہنی طور پر پریشان رہے۔ ابو آخر خالد نے آج اس طرح۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ضرور کچھ بات ہوگی اگر تمہارے دل میں بدگمانی آتی

تو یقیناً تم کو اس کے عمل سے ہمدردی ہوتی اور تم اس کے گھر جا کر معاملے کا پتہ لگاتے لیکن تم نے تو بغیر کسی ثبوت کے اسے پنسل چور مان لیا، اب تم خالد کے گھر جا کر دیکھو یقیناً کوئی خاص بات ہوگی۔ ہاں ابو میں جاتا ہوں اختر خالد کے یہاں پہنچا تو معلوم ہوا اس کی ماں بیمار ہے اور وہ دوا لانے گیا ہوا ہے اس نے وہیں بیٹھ کر خالد کا انتظار کیا خالد جب آیا تو اسے سلام کیا اور ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق ماں کو دوائی دینے لگا خالد کی ماں کے سوا گاؤں میں کوئی نہ تھا والد دہلی میں ملازمت کرتے تھے اور خاص خاص مواقع پر ہی گھر آیا کرتے تھے یعنی ماں کی خدمت سے لے کر سودا سلف تک لانے کا کام اسی کے ذمہ تھا خالد ماں کو دوائی دے کر فارغ ہوا تو اختر سے مخاطب ہوا کہو اختر کیسے آنا ہوا۔ اختر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے اس نے کہا آج اسکول میں وقفے کے وقت اور پھر چھٹی کے بعد بھی تم مجھ سے اور دوسرے ساتھیوں سے الگ تھلگ رہے تو سوچا کہ گھر چل کر پوچھ لوں کہ کیا بات ہے خالد نے کہا دراصل ماں بیمار تھی اس لئے آج دیر سے اسکول پہنچا اسکول میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا اس لئے وقفہ ہوتے ہی گھر آگیا اور پھر اسکول گیا اسی سبب سے وقفے کے بعد کی کلاس میں بھی کچھ دیر سے پہنچا چھٹی ہوتے ہی جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا کہ ماں کے لئے دوائیں بھی لانی تھی۔ یہ سن کر اختر آبدیدہ ہوگیا اس نے خالد سے معافی مانگی اور اپنی بدگمانی کی داستان سنادی اختر کے رونے سے خالد بھی پگھل گیا اور بولا میرے دوست اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو غالباً اسی طرح سوچتا آئندہ کے لئے ہم لوگوں کو بڑا سبق ملا کہ بدگمانی میں ساری چیزیں مشکوک ہوجاتی ہیں اور ہر عمل ایک سازش معلوم ہوتا ہے ہمیں آپس میں خوش گمان ہونا چاہئے تا کہ شک وشبہ کی جگہ اعتبار واعتماد قائم ہوسکے۔ خالد کی باتیں سن کر اختر کو ایسا لگا جیسے اس کے سر سے ایک بڑا بوجھ ٹل گیا ہو۔ اختر اب اپنے گھر لوٹ رہا تھا رات کی تاریکی گہری ہوتی جارہی تھی لیکن اس کا دل ودماغ فرحت بخش روشنی میں نہایا ہوا تھا (اردو دنیا دہلی) اس واقعہ کے لب لباب کو ایک فارسی شاعر نے منظم کر کے نہایت حسین انداز میں اس طرح پیش کیا ہے تفاوت است میان شنیدن من وتو تو غلق باب ومنم فتح باب می شوم یعنی میرے اور تمہارے درمیان صرف ساعت کا فرق ہے ایک آواز آتی ہے تم اس کو دروازہ بند کرنے کی آواز سمجھتے ہو اور میں سمجھتا کہ وہ دروازہ کھلنے کی آواز ہے مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں کیچڑ بھی ہے اور پھول بھی ہیں یہ بصارت والوں کی بات ہے کہ کون شخص کس چیز کو دیکھتا ہے ایک ہی آواز ہے مگر نادان وبدظن یہ سمجھ لیتا ہے کہ دروازہ بند ہوگیا اور دانشمند آدمی سمجھتا ہے کہ دروازہ اس کے استقبال میں کھول دیا گیا ہے۔ -تمام مسائل ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور ذہن کے اندر ہی ان کو ختم کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ آدمی کے اندر سوچ کا مادہ پیدا ہوجائے حقیقت یہ ہے کہ دنیا عقل وشعور کا امتحان ہے جو اپنے عقل وشعور کو استعمال کرے گا وہ اپنے لئے راستہ پالے گا اور جو شخص عقل کو استعمال نہیں کرے گا اس کے لئے بربادی کے سوا کوئی انجام مقدر نہیں۔

ایک اور واقعہ ہے کہ ایک آدمی کا اپنے گھر کی چار دیواری میں کچن گارڈن تھا جس میں اس نے دھنیا، مرچ، بینگن، ٹماٹر وغیرہ بو دیا جب پودے بڑے اور خوب سرسبز وشاداب ہوگئے تو ایک روز اس نے دیکھا کہ اس کے پودوں کے پاس بڑے بڑے دو ہرے رنگ کے دو کیڑے موجود ہیں اس کو اندیشہ ہوا کہ یہ میری سبزیوں کو کھائیں گے اور ان کو نقصان پہنچائیں گے اس نے فوراً ان کیڑوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔ شام کو اس نے اپنے ایک علم نباتات کے ماہر دوست کو فاتحانہ انداز میں کہا کہ آج میرے گارڈن میں دو کیڑے آگئے تھے وہ کیڑے پودوں کو کھا جانا چاہتے تھے مگر اس کے پہلے ہی میں نے ان کو مار ڈالا۔

اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو دونوں مرے ہوئے کیڑے دکھائے دوست نے دیکھتے ہی کہا تم نے بہت بڑی نادانی کی تم

جانتے نہیں یہ تو مینٹس ہے اور مینٹس سبزی خور کیڑے انہیں وہ تو مسلمہ طور پر ایک

گوشت خور کیڑا ہے وہ تو تمہارے لئے قدرت کی طرف سے مددگار بن کر آیا تھا وہ ان کیڑوں کو کھا جاتا جو تمہاری سبزیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور جن کا ختم کرنا تمہارے بس سے باہر ہے بھی کیسے نادان نکلے کہ تم اپنے فائدے اور نقصان کو نہ سمجھ سکے اور اپنے ایک قیمتی چوکیدار کو مار ڈالا۔ دوست کی بات سنتے ہی اس آدمی کی زبان گنگ ہوگئی اور اس کو اپنے کیے پر بے حد افسوس ہوا یہاں تک کہ وہ بیمار پڑ گیا اور کئی دن تک

کام کرنے کے قابل نہ رہا۔ یہ بدظنی اور غلط فہمی کی مثالیں ہیں اور آپ کو معلوم ہے مثالیں اندازہ لگانے کے لئے لائی جاتی ہیں تو اندازہ کیجئے کہ حقیقت واقعہ کی تحقیق و تفتیش کے بغیر کسی کی سرگرمیوں اور وجود سے برا اور غلط نتیجہ و تاثر برآمد کر لینا کس قدر خطرناک اور شرمناک ہوسکتا ہے اور بدظنی اور غلط فہمی کسی آدمی کو کتنی ہولناک اور بڑی بڑی کوتاہیوں میں مبتلا کر سکتی ہے حتیٰ کہ ممکن ہے کہ ایک شخص محض شدید بدظنی و غلط فہمی کا شکار ہو کر دوسرے شخص کو بے قصور جان سے مار دے وہ ایک عزیز کو بر سر بازار ذلیل و رسوا کرنے کی ٹھان لے حالانکہ اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے وہ آدمی اس قدر شریف صالح اور اخلاق کا پیکر ہے کہ اس کے ساتھ نہایت تعظیم و اکرام کا سلوک کیا جانا چاہئے۔ اس معاملے میں جب ہم قرآن کریم کی جانب رجعت کرتے ہیں جس میں انسانی سماج مکمل دستور حیات موجود ہے تو وہاں سے ہم کو یہ درس ملتا ہے کہ کسی کے متعلق جب تم بری خبر سنو یا اس کی سرگرمی تم کو مشکوک لگے تو کوئی پختہ رائے قائم کرنے سے پہلے گہری سوچ و فکر اور معاملہ کی تحقیق و جستجو کر لو ایسا ہرگز نہ کرو کہ کسی کے متعلق کوئی خبر سنو اور بلا چوں چرا اس کو مان کر اس شخص کے خلاف کوئی اقدام کر ڈالو کیونکہ عین ممکن ہے کہ تحقیق کے بعد تم کو معلوم ہو کہ جو میری خبر تم کو پہنچی تھی اس کا صداقت و حقیقت سے دور دور کا رشتہ نہیں اور یہ کہ وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: "**یا ایھا الذین امنو ا ان جانکم فاسق**..... یعنی اے ایمان والوں! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب بھی بدظنی و غلط فہمی پر مبنی ہے جیسا کہ فاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں یہ آیت ولید بن عتبہ کے حق میں نازل ہوئی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مصطلق صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا اور زمانہ جاہلیت میں ان کے اور ان کے درمیان عداوت و دشمنی تھی جب ولید ان کے دیار کے قریب پہنچے اور قبیلہ مصطلق کو خبر ہوئی تو وہ اس خیال سے کہ وہ رسول گرامی وقار کے بھیجے ہوئے قاصد ہیں تعظیما استقبال کے لئے جمع ہو کر آتے حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ یہ لوگ میری عداوت کی بناء پر مجھے قتل کرنے آرہے ہیں یہ خیال کر کے ولید واپس ہو گئے اور حضور سے عرض کر دیا کہ ان لوگوں نے صدقات دینے سے منع کر دیا اور میرے قتل کے درپے ہو گئے حضور نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا حضرت خالد نے دیکھا وہ لوگ اذان دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کر دیئے حضرت خالد یہ صدقات لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (کنز الایمان مع خزائن العرفان) اب ہم اپنے کلام کو سمیٹتے ہوئے ماقبل مذکور عبارت کو اس مقام پر دوبارہ نقل کر رہے ہیں کہ تمام مسائل ہمیشہ ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور ذہن کے اندر ہی ان کو ختم کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ آدمی کے اندر بے فکر و شعور کا مادہ پیدا ہو جائے نیز آدمی کو جب بھی کوئی خبر پہنچے تو اسے چاہئے کہ اس پر اعتماد و بھروسہ کرنے کے بجائے براہ راست ذرائع سے اس کی تحقیق تفتیش کرلے تبھی وہ غلط خبر کے برے انجام سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ دنیا عقل و شعور کا امتحان ہے جو شخص اپنی عقل کو استعمال کرے گا وہ اپنے لئے راستہ پالے گا اور جو شخص عقل و شعور کو استعمال نہیں کرے گا اس کے لئے بربادی کے سوا کوئی انجام مقدر نہیں۔

تقــوی

جناب محمد صدیق زاہد صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوجوان یادالٰہی میں غرق ہو چکا تھا ہر شے سے آواز دوست آرہی تھی اب عشق کا وہ مرحلہ آگیا تھا جہاں دنیا کے تمام رشتے توڑ دیے جاتے ہیں اور سجدہ گاہ دل کو بتوں سے خالی کر دیا جاتا ہے نوجوان مراقبے کی خاطر دنیا سے کنارہ کش ہو کر دریا کے کنارے آپڑا تھا یہاں حرص ہوا کے ہنگامے نہیں تھے یہاں آزاد ہوائیں نوجوان کو قلندرانہ پیغام دے رہی تھیں دریا کا بہتا ہوا پرسکون پانی دل ودماغ کو دنیا کی آلائشوں سے پاک رکھنے کا نغمہ ازلی سنا رہا تھا کئی دن جذب کے اسی عالم میں گزر گئے نوجوان دنیا ومافیہا سے بے خبر رہا آخر جب روح اس طویل سفر سے تھک گئی اور جسم بیدار ہوا تو نوجوان نے چاروں طرف دیکھا دور دور تک کسی انسان کا پتہ نہیں تھا۔

نوجوان نے ہوش میں آنے کے بعد شدید بھوک محسوس کی چاروں طرف نظریں دوڑائیں قرب وجواز میں انسانی آبادی کے آثار ناپید تھے سر مستی عشق اسے کہاں لے آئی نوجوان نے ایک لمحے کے لئے سوچا آسمان کی طرف ایک صابروشاکر بندے کی طرح دیکھا اور پھر اچانک اس کی نظر دریا میں بہتے ہوئے ایک سرخ سیب پر پڑی خدا کا شکر ادا کیا اور سیب کو دریا سے نکال کر کھا لیا سیب کھانے کے بعد بھوک سے کسی حد تک نجات ملی اور حسن اتفاق کو دست غیب کی کارفرمائی سمجھا پھر یکایک ذہن میں ایک اور اندیشے نے سر ابھارا سیب کسی کی ملکیت تو نہیں اس خیال کے آتے ہی نوجوان مضطرب ہو گیا اور اس کے پرنور چہرے پر وحشت سی برسنے لگی جیسے اسے کسی نے چوری کرتے پکڑ لیا ہو کیا تو نے سیب کے مالک سے کھانے کی اجازت طلب کی تھی نوجوان نے محسوس کیا جیسے کوئی آواز دے رہا ہو نوجوان نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا جدھر سے آواز آرہی تھی مگر وہاں کوئی نہ تھا۔

نوجوان کو قدرے اطمینان نصیب ہوا کہ سیب کا مالک یہاں موجود نہیں لیکن چند لمحے بعد اسے پھر یہی آواز سنائی دی نوجوان کی وحشت میں دوبارہ اضافہ ہو گیا آخر کچھ آوازوں کے بعد اس پر یہ راز فاش ہو گیا کہ یہ آوازیں کسی غیر کی نہیں بلکہ خود اسے اپنا ضمیر پکار رہا ہے نوجوان دل کے درد کو برداشت نہ کر سکا، اور بے اختیار اس طرف روانہ ہو گیا جس طرف سے سیب بہہ کر آیا تھا۔

نوجوان تیزی سے دریا کے کنارے کنارے چلتا رہا قدم قدم پر وہ دعا مانگ رہا تھا کہ سیب کے مالک سے ملاقات ہو جائے اور وہ اس سے معافی مانگ سکے کافی طویل سفر تھا اور کئی وقت کے فاقوں سے نیم جان مسافر تھک گیا تھا اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے آخر نوجوان کو سیب کا باغ نظر آگیا کچھ درخت پانی پر جھکے ہوئے تھے اسے یقین ہو گیا کہ جس سیب نے کچھ دیر کے لئے معمولی حد تک شکم کی آگ کو سرد کیا تھا اس کا تعلق اسی باغ سے ہے نوجوان نے بے قراری کے عالم میں کام کرتے ہوئے مالیوں سے مالک کے بارے میں پوچھا ایک مالی نے اسے باغ میں ٹھہر کر انتظار کرنے کے لیے کہا آخر طویل کشمکش انتظار کے بعد باغ کا مالک نظر آیا اور نوجوان سے اس کی آمد کا سبب پوچھنے لگا

میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا کہ ایک سیب پانی میں بہتا نظر آیا میں نے غیر شعوری طور پر اسے اٹھا کر کھا لیا لیکن اب میں اپنے ضمیر پر ایک نا قابل برداشت بوجھ محسوس کر رہا ہوں نوجوان نے مختصراً کہا۔

باغ کے مالک نے نوجوان کی عجیب وغریب گفتگو سنی اور کچھ دیر تک خاموشی سے اس کی باتوں پر غور کرتا رہا آخر باغ کے مالک نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اب تم کیا چاہتے ہو۔ میں اپاہج نہیں ہوں ورنہ تم سے غلطی کی معافی مانگ لیتا نوجوان نے باغ کے مالک سے ادب کے ساتھ کہا جو ایک عمر رسیدہ شخص تھا میں تمہاری گفتگو کا مطلب نہیں سمجھا بوڑھے نے استفہامیہ انداز میں کہا میرا مطلب یہ ہے کہ جب میرے دست وپا صحیح سلامت ہیں تو مجھے اس کی سزا برداشت کرنی چاہیے جو لوگ معذور ہیں وہ معافی مانگ کر بھی اپنی غلطی کا ازالہ کر سکتے ہیں میں جانتا ہوں کہ مجھ ایک سیب کی قیمت ادا کرنے کی صلاحیت ہے مگر میں نے چونکہ نادانستگی میں ایک جرم کیا ہے اس لیے اب سیب کی قیمت بازار کی قیمت کے برابر نہ ہوگی بلکہ جو کچھ آپ طے کریں گے وہی قیمت اب مجھے تسلیم ہوگی میں اس کی قیمت کو ادا کروں گا اس کے بعد خدا کے یہاں میرے ذمے آپ کا کوئی حساب نہیں رہے گا نوجوان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

باغ کے بوڑھے مالک نے سر سے پاؤں تک دوبارہ نوجوان کا جائزہ لیا اور انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا

نوجوان میرا تمہارا حساب برابر ہونے کی دو شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ تم ایک ماہ تک مسلسل میرے باغ کے درختوں کو پانی دو گے جب تم میری مرضی کے مطابق اس کام کو انجام تک پہنچا لو گے اس کے بعد میں تمہیں اپنے دوسری شرط بتاؤں گا اگر ان میں سے ایک شرط بھی پوری نہ ہوگی تو میدان حشر تک تم میرے قرض دار رہو گے

آپ مطمئن رہیں میں آپ کی شرائط بخوبی پوری کروں گا نوجوان نے اس طرح کہا کہ اس کے ماتھے پر ایک بھی شکن نہ تھی اس نے بوڑھے سے یہ نہیں پوچھا کہ مسلسل مہینے بھر تک تھکا دینے والا کام ایک سیب کی قیمت کے برابر کس طرح ہو سکتا ہے۔

غرض جب شدید محنت کے بعد نوجوان نے بوڑھے کی اس شرط کو تکمیل تک پہنچایا تو باغ کا مالک ذمہ داری کے اس احساس پر حیران رہ گیا نوجوان کی پیشانی پسینے سے تر تھی مگر اس کے ساتھ ہی سجدے کا وہ نشان بھی جھلک رہا تھا جو اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ نوجوان نے اب تک خدا کے علاوہ کسی کے آگے سر نہیں جھکایا ہے بوڑھے کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی مگر اس نے اپنی دلی کیفیت کا اظہار نہیں کیا اب مجھے دوسری شرط بتائیں نوجوان نے شدید جذبات سے مغلوب ہو کر کہا!

دوسری شرط یہ ہے کہ تمہیں میری لڑکی سے شادی کرنا ہوگی بوڑھے نے عجیب نظروں سے نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مگر اتنا سمجھ لو وہ ایک اپاہج اور اندھی لڑکی ہے یہ کہہ کر بوڑھا نوجوان کے چہرے پر اپنی دوسری شرط کا ردعمل دیکھنے لگا نوجوان نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا وہ اس عجیب وغریب شرط پر غور کرنے لگا مگر اس کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار پیدا ہوئے مگر دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے جذبات پر قابو پا لیا اور بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بوڑھے سے سوال کیا۔

کیا یوں آپ سمجھتے ہیں کہ میری غلطی سی وقت معاف ہو سکتی ہے جب میں آنکھوں کی روشنی سے محروم ایک اپاہج لڑکی سے شادی کر لوں سوال یقیناً پیچیدہ تھا جس کا بوڑھے کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا مگر بات یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ اب باغ مالک کا اپنی بات پر قائم رہنا بھی ضروری ہو گیا تھا ممکن ہے دنیاوی قانون کے اعتبار سے تمہیں یہ شرط بہت کڑی معلوم ہو لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جب تک میری دوسری شرط پوری نہیں

ہو جاتی اس وقت تک میں تمہیں اپنا مجرم سمجھتا رہوں گا نوجوان نے بوڑھے کی اس وضاحت کے بعد پھر کوئی سوال نہیں کیا اس کے بڑے پرعزم انداز میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

اے رب ذوالجلال صبر کے راستے میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو استقامت دے میں تیری رضا چاھتا ھوں مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرنا۔ آسمان سے نوجوان کی دعا کا جواب آیا یہ تو انسان کی ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکی مگر بوڑھے نے اتنا ضرور دیکھا کہ ان دعائیہ کلمات کے بعد نوجوان کا چہرہ پرسکون ہو گیا جیسے تائید غیبی کے سبب اس کے نفس میں یہ بوجھ اٹھانے کی طاقت پیدا ہو گئی ہو۔

نوجوان نے باغ کے مالک سے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا بوڑھے کی اس سے بڑی خواہش اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کی اپاہج اور اندھی بیٹی کو نوجوان اور خوبصورت شوہر مل جائے اس نے شادی میں بہت عجلت کی اور دوسرے ہی دن تمام رسمیں ادا کر دی گئیں۔

نکاح کے بعد بوڑھے کے چہرے سے بے پناہ مسرت کا اظہار ہو رہا تھا نوجوان کے چہرے پر بھی خوشی کی ایک ایسی جھلک تھی جسے پہلی نظر میں محسوس کیا جا سکتا تھا دونوں کے چہرے پر اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کا نور تھا بوڑھا یوں مطمئن تھا کہ اس کی بیٹی کا مستقبل محفوظ ہو چکا تھا اور نوجوان اس لیے مسرور تھا کہ بندگی کی اس آزمائش کے راستے میں اس کے قدم نہیں لڑکھڑائے تھے بظاہر دونوں فرائض کے انجام دیئے جانے پر خوش تھے مگر باطنی طور پر دونوں کے احساسات میں فرق تھا بوڑھا بیٹی کی محبت سے مجبور تھا اور نوجوان عشق الٰہی سے غرض رسم عشق ادا کرنے کے لئے نوجوان بڑی پرخار راہوں سے گزرا

نوجوان نے حجلہ عروسی میں پہلی مرتبہ اپنی بیوی کو دیکھا تو گھبرا کر اس طرح پیچھے ہٹ گیا جیسے وہ بوڑھے کے بیانات سے زیادہ بدصورت تھی مگر واقعہ یوں نہیں تھا وہ لڑکی اس قدر خوبصورت اور حسین وجمیل تھی کہ اس کے نقش ونگار پر ملکوتی حسن کا گمان ہوتا تھا نوجوان انتہائی سراسیمگی کے عالم میں کمرے سے نکل کر بوڑھے کے پاس گیا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا شاید غلطی سے کسی دوسری لڑکی کو میرے کمرے میں پہنچا دیا گیا ہے آپ نے دوسری شرط پر لڑکی کا جو حلیہ بتایا تھا وہ لڑکی اس کے مطابق نہیں ہے

بوڑھا نوجوان کے اس اضطراب پر مسکرا دیا اور ایک شفیق باپ کی طرح بولا اے میرے نیک بچے وہ تیری ہی بیوی ہے خدا نے تجھے آزمائش میں ثابت قدم رکھا اور اللہ صبر کرنے والوں کو ایسے ہی انعام سے نوازتا ہے بوڑھے کی گفتگو محبت سے اس قدر لبریز تھی کہ نوجوان چونکے بغیر نہ رہ سکا آج وہ باغ کے مالک کی شخصیت کا بالکل نیا انداز دیکھ رہا تھا مگر آپ نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا میں یہ راز جاننے کے لیے سخت مضطرب ہوں نوجوان نے حیرت وہ بے قراری کا وہی عالم تھا.

میں نے بس تم سے ایک بات بھی غلط طور پر بیان نہیں کی بوڑھے نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا میں نے کہا کہ میری بیٹی اپاہج اور اندھی ہے وہ اپاہج یوں ہے کہ کبھی اس کے پاؤں کفر وگناہ کے کوچے کی طرف نہیں گئے اور اندھی یوں ہے کہ اسلامی پردے کے مطابق اس کی پرورش کی گئی ہے اس نے آج تک کسی نہ نامحرم شخص کو نہیں دیکھا اب تم ایسی لڑکی کو کیا کہو گے مجھے بتاؤ نوجوان کو اپنے سوالوں کا جواب مل چکا تھا اس نے بڑی عقیدت سے بزرگ کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا یہ نوجوان اس وقت کے مشہور بزرگ سید ابو صالح موسیٰ علیہ الرحمہ تھے یعنی غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

......﴿ تابش ﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ 1939ء کو بکھور تحصیل پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے، آپ علیہ الرحمہ نیک اور مہذب خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے والد گرامی صوفی باصفا، درویش زمانہ حضرت محمد مقبول علیہ الرحمہ اور والدہ ماجدہ، عابدہ زاہدہ، حضرت آمنہ علیہا الرحمہ بہت ہی زیدہ پرسا اور نیک تھے، آپ کے والد گرامی ساری ساری رات اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز رہتے اور تہجد کے وقت اللہ کے خوف سے اتنا زار و قطار روتے کہ بعض اوقات ہمسایوں کے گھر تک بھی آواز چلی جاتی۔ انہی کی عبادت کا پھل اللہ تعالیٰ نے حضرت مفکر اسلام جیسا مہکتا ہوا پھول عطا فرمایا، جب آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی، آپ کے والد ماجد شہباز لامکانی، حضور شہنشاہ لاثانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قدس سرہ النورانی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بیٹے کی پیدائش اور ساتھ نام کا بھی عرض کیا، تو سرکار شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی نے دو نام محمد حسین اور محمد حسن بتائے، حضور شہنشاہ لاثانی کی زبان مبارک سے دو نام نکلے ہوئے کی برکت سے رب تعالیٰ نے ان کو ایک اور بیٹا بھی عطا فرمایا جس کا نام محمد حسن رکھا گیا جن کا وصال اوائل عمر میں ہی ہو گیا تھا۔ حضور مفکر اسلام قدس سرہ القوی کی ایک بڑی ہمشیرہ بھی تھی جو نہایت پارسا اور نیک دل خاتون تھیں، انھوں نے تمام عمر اپنے اباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عبادت میں گزاری (زیب سجادہ صاحبزادہ محمد عطاالحق کی والدہ ماجدہ) حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ ساتویں جماعت میں شبلی زمانہ، شیخ یگانہ، شہنشاہ ولایت حضور نقش لاثانی پیر سید علی حسین شاہ صاحب کے دست حق پر بیعت ہوئے، آپ علیہ الرحمہ دن رات اپنے پیر خانے کی خدمت میں گزارے اور اسی کو حرز جاں بنائے رکھا۔ آپ کے کلام مبارک سے پیر خانے کی محبت کی ایک جھلک نذر قارئین

اے شہ والا لقب، اے نازش شیرازیاں — تاجدار ملک عرفاں، صدر بزم سالکاں
خواجہ اہل صفا، اے کاشف اسرار جاں — بادۂ باقی کے ساقی، عشق کے پیر مغاں
تیرے در کی خاک بوسی رو کش صد تخت ہے — تیرے کوچے کی گدائی بھی کمال بخت ہے

اسی پیر خانے کی خدمت و محبت نے آپ کو اتنا نوازا، اتنی شرف و عزت بخشی اور اتنا فیضیاب ہوئے کہ آج لوگ آپ کے فیض سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے تمام عمر سرکار دو عالم ﷺ کی عزت و ناموس پر پہرہ دیا، دین اسلام کے غداروں کے خلاف جہاد اور ان کی صحیح نشاندہی فرمائی، ساری عمر یہی دہائی دیتے رہے

خدا کے نام پر لڑنا، خدا کے نام پر مرنا — تقاضا ہے یہی اے مرد مومن حق پرستی کا

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

گاتے رہے گے گیت ہم اپنے کریم کے — جب تک بدن میں جان ہے منہ میں زبان ہے

اور خود فرماتے تھے کہ سب کچھ شیخ کریم کی تربیت اور محبت کا اثر ہے:

شیخ کے فیض سے جائے گا لحد میں آسی — حمد حق، نعت نبی، شوق مدینہ لے کر

بس یہی کام کرتے کرتے پیغام اجل آ گیا اور آپ علیہ الرحمہ 8 اگست 2006 کو اس دار فانی سے کوچ فرما گئے، آپ کی نماز جنازہ نازش اہل ولایت، قاسم فیضان شہنشاہ لاثانی حضور پیر سید کرامت علی شاہ صاحب نے پڑھائی۔ آپ کا مزار مبارک نقش لاثانی نگر شریف میں شکرگڑھ میں ہے۔ آج بھی دنیا اس عظیم ہستی کو سلام نیاز پیش کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ بس میں کیا عرض کروں ڈاکٹر قمر تابش کی زبان میں

جہاں میں لاکھ سہی لوگو! مگر حضرت آسی جیسا کہاں

بس المختصر مجھ جیسوں کو اگر یہ آستاں نہ ملتا تو ٹھکرائے انساں خدا جانے کہاں جاتے۔

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

محترمہ نور سحر آسویہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے اس مضمون کا عنوان صرف ایک شعر کا مصرع ہی نہیں بلکہ آج کے خود غرض نوجوانوں کے لیے عبرت ونصیحت کا پیغام ہے دور حاضر کا انسان ہمہ تن جدوجہد کرتا ہے لیکن صرف اپنے ذاتی مفاد کے لئے پیسہ شہرت اور نمود ونمائش ہمارا مقصد حیات بن چکا ہے اس پرفتن دور میں ہر شخص حرص وہوس کے نشے میں مخمور ہے اور نفس وشیطان کے ہاتھوں مجبور ہوکر بے حیائی اور گناہوں کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے آج مسلمان اپنے اسلاف کے کارناموں اور اپنے عظیم ماضی کو بھلا کر اسے اساطیر الاولین یعنی اگلوں کے قصے کہانیاں سمجھ کر نظر انداز کر رہے ہیں اسلام کا ایک دور وہ بھی تھا جب اس کے نوجوانوں کے پاس دولت تھی نہ سامان جنگ لیکن ان کے دل اللہ اور اس کے رسول کی رضا ومحبت سے سرشار ومست تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام کی روشنی عرب سے نکل کر چند سالوں میں پوری دنیا میں پھیل گئی جب مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم تھی کہ انہیں اپنے سے کئی گنا بڑی فوج کا مقابلہ کرنا تھا اس وقت انہوں نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیے کہ دنیا آج بھی حیران ہے لیکن آج ہماری حالت یہ ہے کہ آج ہم پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ہمارے پاس جدید اسلحہ وساز وسامان بھی موجود ہے دولت کی بھی کمی نہیں لیکن پھر بھی ہر جگہ مظلوم وپسماندہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسلاف کی تعلیمات کو چھوڑ کر آسانی کی زندگی کو ترجیح دی ہے ہمارے دلوں سے اللہ اور اس کے رسول کے عشق کا وہ پاک جذبہ ختم ہو چکا ہے جو کبھی ہمارے اسلاف کا اوڑھنا بچھونا ہوا کرتا تھا۔ غور کیجئے کیا ہمیں وہ دن یاد نہیں جب ہمارے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر اور کئی جانیں قربان کر کے یہ خوبصورت گلستان بسایا پھر سلسلہ بس وہیں ختم نہیں ہوا بلکہ سینکڑوں صدیوں تک جاری رہا کبھی میدان کربلا کی تپتی ریت کو حسینیت نے عظمت اسلام کے لئے رنگ دیا تو کبھی خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیصر وکسریٰ کی عظمت وشوکت کو خاک میں ملا دیا کبھی طارق بن زیاد اسپین کے ساحلوں پر اسلام کے جھنڈے گاڑے تو کبھی سلطان صلاح الدین ایوبی نے مٹھی بھر مسلمانوں کے ساتھ یورپ اور ایشیا کی سلطنتوں کے تخت الٹا دیے یہ اسلام کے وہ عظیم بہادر تھے کہ جن کے نام سے آج بھی شیطانی قوتیں لرز اٹھتی ہیں۔

یزیدیت کا جب بھی دہر میں گرد وغبار اٹھا
تو بن کے وارث شبیر کوئی شہسوار اٹھا (حضور مفکر اسلام)

زیادہ دور کی بات نہیں اگر ہم پاکستان کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں ہر طرف تکبیر کے نعروں کی گونج سنائی دے گی ہر طرف خون کی ندیاں بہتی دکھائی دیں گی سینکڑوں ماؤں کی گودیں اجڑتی دکھائی دیں گی ہزاروں نوجوانوں کی لاشیں بے گور وکفن پڑی نظر آئیں گے ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا لیکن ہمارے نوجوان اور بزرگوں نے ہمت نہیں ہاری بلکہ اپنی قربانیوں سے ہمیں یہ درس دیا کہ جب ظلم و

ستم کی آندھی تمہیں گھیر لے اور غلامی کے طوق تمہارے گلے میں پڑنے لگے تو اپنی خداداد صلاحیتوں کو تو بروئے کار لاتے ہوئے ڈٹ کر مقابلہ کرنا کیونکہ آزادی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ قدرت کا اصول ہے کہ نعمت جتنی بڑی ہوگی قربانی بھی اتنی ہی بڑی دینی پڑتی ہے۔ کیا ہی خوب فرمایا حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے ۔

خدا کے نام پر لڑنا، خدا کے نام پر مرنا
تقاضا ہے یہی اے مرد مومن حق پرستی کا

لیکن کچھ عرصے بعد ہماری ہی کوتاہیوں اور نااہل حکمرانوں کی وجہ سے پاکستان کا ایک حصہ بنگلا دیش پاکستان سے الگ ہو گیا یہ پاکستان کو نقصان پہنچانے اور ٹکڑوں میں بانٹنے کی دشمن کی پہلی کامیابی تھی اور آج بھی غیر مسلم اقوام اسلام اور اسلامی ممالک کو نیست و نابود کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں لیکن ہم ہیں کہ اپنے اسلاف کے احسانات کو بھلا کر اور اسلام کو پس پشت ڈال کر آسانی سے فرعونوں کے جال میں پھنستے جا رہے ہیں ہم ان کے اس قدر محتاج ہو چکے ہیں کہ ان کی تقلید کے بغیر ہمیں زندہ رہنا بھی مشکل ہو گیا ہے تمام اسلامی ممالک آپس میں اتحاد رکھنے کی بجائے غیروں کے قدم چاٹ رہے ہیں اپنوں کے گلے گھونٹ کر غیروں کی داد حاصل کر رہے ہیں جب کہ اسلام ہمیں اتحاد ملت کا درس دیتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

و اعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ نہ کرنا

اسلام سے پہلے جب ساری دنیا جہالت میں ڈوبی ہوئی تھی خاندانی دشمنی قبیلوں کو تباہ و برباد کر رہی تھی بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پوری دنیا امن و آشتی کا گہوارہ بن گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواخات کا وہ رشتہ قائم کیا جو آج بھی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

اے امن پسندو! آجاؤ سرکار کے دامن رحمت میں
اس چارہ گر ہستی کے سوا انسان کا کوئی بھی چارہ نہیں (حضور مفکر اسلام)

یہ اتحاد ملت کا ہی کمال تھا کہ اگر جزائر سراندیپ کی مسلمان عورت کی عزت پر ہندوؤں کا راجہ داھر ہاتھ ڈالتا ہے تو اس کی پکار پر عرب کا محمد بن قاسم اسی رشتہ اخوت کا علمبردار بن کر اس کی مدد کو آپہنچتا ہے اور اس مکار راجہ کے تخت و تاج کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اسی اتحاد نے مسلمانوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ہی لڑی میں پرو دیا تھا۔ آج ہم پر ذلت و خواری سوار ہے تو اسکی سب سے بڑی وجہ نا اتفاقی ہی ہے وہ قومیں جو ہماری شان و شوکت اور رعب و دبدبے کی وجہ سے مغلوب تھیں آج ہمارے زوال و پس ماندگی کا تماشا دیکھ رہی ہیں۔ ہمارا دانشور طبقہ اور ہمارے بزرگ آج بھی شوکت اسلام کے لیے تڑپ رہے ہیں لیکن ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم بزرگوں کی عزت و احترام اور ان کے مشوروں کو ہلکا جان کر نظر انداز کر رہے ہیں۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے جو قومیں اپنے بزرگوں کا ادب و احترام نہیں کرتیں وہ اپنے محسنوں کے احسان کو یاد نہیں رکھتی وہ جلد زوال پذیر ہو جاتی ہیں۔

اگر امت مسلمہ کا ہر فرد آج بھی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے اللہ اور اس کے رسول کے عشق کی حرارت سے اپنے قلب و جگر کو گرمائے تو آج بھی دنیا اسلام کی عظمت کا نظارہ کر سکتی ہے اس لئے تو حکیم الامت شاعر مشرق نے ہمیں ہمارا مقام بتانے کی کوشش کی ہے۔

علامہ اقبال ساری عمر مسلمان نوجوانوں کی بے راہ روی کو دیکھ کر کڑھتے رہے اور آنسو بہاتے رہے اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کرتے رہے اور فرماتے ہیں

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری　　میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تیری
ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تیری　　تم مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تیری

آقا کریم ﷺ کی محبت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آپ نے نوجوانوں کو اس بات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی کہ عشق خدا اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تم کچھ بھی نہیں اگر دل کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شمع روشن کرو گے تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی دنیا تمہارے در کی باندی بن جائے گی اور اللہ کی رحمت اب بھی تمہاری منتظر ہے کہ ہم اس کی طرف رجوع کریں اور اللہ ہی سے لو لگائیں

ان کے در سے جو لو لگا بیٹھے
گویا عرش بریں پہ جا بیٹھے　　(حضور مفکر اسلام)

اللہ کی راہ اب بھی کھلی ہے، آثار و نشان سب قائم ہیں۔ لیکن اس راہ پر چلنا ہم نے چھوڑ دیا۔

جو قوم اپنے اسلاف اور تاریخ سے سبق حاصل نہیں کرتی وقت اس کا جغرافیہ بدل دیتا ہے آج ہمارے پاس تعلیم تو بہت ہے مگر عمل کی کمی ہے آج ہم اسلاف کی عظمتوں کے گن تو گاتے ہیں لیکن ان کے نقش قدم پر چلنا بھول گئے مسجد و منبر پر بیٹھ کر وعظ و نصیحت کرونے والے تو بہت ہیں لیکن خود ریا کاری جیسی بیماری میں مبتلا ہیں۔ آج خطباء و مقررین اسلام کی عظمت بتانے والے تو بہت ہے لیکن ان میں ابوذر غفاری، ابو ہریرہ، سلمان فارسی اور صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جذبہ ایمانی کی جھلک نہیں ہے اذان تو آج دنیا بھر کی مساجد میں ہو رہی ہیں لیکن حضرت بلال حبشی جیسا عشق رسول نہیں ہے اذان صرف ایک رسم بن کر رہ گئی ہے ترنم کا مقابلہ ہے لیکن اذان میں روح بلالی نہیں ہے۔

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
مسجد مرثیہ خواں ہے کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

اے نوجوان تو اس نبی کا امتی ہے جس نے طائف کے اسیروں میں بنت حاتم کو ننگے سر دیکھا تو اس کے سر کو اپنی مبارک کملی میں ڈھانپ کر عورت کی عزت و عظمت بتائی۔ لیکن اس کریم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنی مسلم بہنوں کے سر نہیں ڈھانپ سکتا اور انہیں شرم و حیا کی تلقین نہیں کرتا اور انہیں بے حیائی سے نہیں روکتا تو پنجتن کے اس گھرانے کا غلام ہے کہ جنہوں نے اپنی زندگیاں شرم و حیاء اور غیرت کے تحفظ کے لئے وقف کر دی تھیں لیکن آج تو خود اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کو فیشن کی تلقین کر رہا

ہے تیری غیرت کو کس کی نظر کھا گئی ہے کہ جس کی غیرت ایمانی کے آگے بڑے بڑے متکبر اور ظالم بادشاہ بھی سر تسلیم خم کر دیتے تھے لیکن آج تو خود جدید سہولت و آرام کی آرائش کے حصول کے لیے اپنے دشمن کے آگے گھٹنے ٹیک رہا ہے اپنے آباء کی تقلید چھوڑ کر اپنے اعداء کی تقلید کر رہا ہے۔ خدارا اپنے محسن آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہیں وہ ارشاد یاد ہے تو جو آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے جاری ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم

جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ اس ہی میں سے ہے

استغفر اللہ آج ہم بڑے شوق سے جس تہذیب کے ساتھ مشابہت کو اپنی عزت سمجھتے ہیں کل بروز قیامت اگر ہمارا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہو گیا تو پھر کہاں جائیں گے حالانکہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کفار و مشرکین کے انجام سے بھی باخبر کیا ہے کہ بروز حشر ان کا کوئی حامی ہو گا نہ مددگار

لہذا ابھی وقت ہے کہ ہم اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور اپنے لیل و نہار کو اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کر دیں اور اپنا کھویا ہوا عروج حاصل کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی رضا و خوشنودی حاصل کریں اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی ہے اس کے لیے ہمیں انفرادی و اجتماعی جدو جہد کی اشد ضرورت ہے کیونکہ جب تک ہم اپنے دین و ملت اور قوم کی ترقی کے لیے اپنے ذاتی مفادات کو پس پشت نہ ڈالیں گے تو ہماری قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی ملک و قوم کی ترقی کا سہرا صرف مردوں کے سر ہی نہیں سجتا بلکہ مسلمان خواتین بھی اس میں برابر کی شریک ہیں۔ کیونکہ سب سے اہم کردار اپنے بچوں کو سنوارنے میں ماں کا ہوتا ہے اگر ہماری مائیں شرم و حیاء کی پیکر بن جائیں تو ان کی گود سے عفت مآب بیٹیاں اور غیور بیٹے قوم کو ملیں گے۔ ماں اگر نیک صالح شریعت مطہرہ کی پابند ہو تو اس کے شکم مبارک سے غوث اعظم خواجہ معین الدین چشتی اور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے باصفا فرزند جنم لیتے ہے جو صرف خود ہی مہتاب بن کر دنیا میں نہیں چمکتے بلکہ اپنے فیض و کرم سے ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں دلوں کو معرفت الٰہی سے منور فرماتے ہیں۔

لیکن اگر ماں ہی فرنگی تہذیب کی دلدادہ اور اسلام و اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہو گی تو ظاہر ہے کہ اس کی گود میں دین اسلام کے محافظ نہیں بلکہ اسلام کے باغی سپوت پرورش پائیں گے۔ آج قوم میں جو پھوٹ و تفرقہ بازی ہے یہ انہی ایمان فروشوں کی برکت کہ انہوں نے چند ڈالروں کے عوض دشمنان اسلام کے اشارے پر مسلمان میں انتشار برپا کر دیا۔ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو دین کی سربلندی کے لئے جدو جہد کرنا ہو گی صرف اکا دکا فرد یا کسی ایک جماعت یا گروہ کی سعی سے حالات نہیں بدلتے بلکہ قوم کو متحد ہونے کی ضرورت ہے

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

آخر میں دعا ہے

یا الٰہی رکھ ہمیں سگ در مرشد کریم
حضرت آسی کے صدقے دکھا صراط مستقیم

گوشہ خواتین

محترمہ بتول آسوریہ (اسلامیہ کالج)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: اسلام میں پردے کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: اسلام میں پردے کی اہمیت کا اندازہ اس آیت مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے

ترجمہ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

اسلام نے بے پردگی کو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کا طریقہ بتایا ہے اور ہر مسلمان عورت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد تم پر جہاں دوسرے احکام نافذ ہوتے ہیں وہی پردے کو بھی شریعت نے مسلمان عورتوں کے لیے لازمی قرار دیا ہے

سوال: کیا آج بھی مسلمان عورتیں پردے کے لئے ویسے ہی پابندی ہے جیسے کہ ابتدائے اسلام میں ہوا کرتی تھیں۔

جواب: جی نہیں ابتدائے اسلام میں خواتین پردے کی سختی سے پابند تھیں ہر حال میں انہیں اپنے پردے کا خیال تھا اور پردہ ہی مسلمان عورت کی پہچان ہوا کرتا تھا لیکن آج مسلمان عورتوں نے بے پردگی کی روش کو اس قدر اختیار کر لیا ہے کہ ایک مسلمان عورت اور غیر مسلم عورت میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

سوال: کیا غیر مسلم قوموں کی تقلید کرنے پر اسلام میں کوئی وعید ہے یا نہیں

جواب: جی بالکل غیر مسلم قوموں کی تقلید کرنے والوں کے لیے نبی پاک ﷺ کا فرمان عالیشان ہے۔

من تشبه بقوم فهو منهم

ترجمہ: جس نے کسی دوسری قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے

یعنی وہ صرف دنیا میں ہی اس قوم میں سے نہیں بلکہ مرنے کے بعد اور حشر میں بھی اسی قوم کے ساتھ ہوگا جس سے مشابہت اختیار کی تھی اور قیامت میں اس کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا جیسا اس قوم کا ہوگا۔

سوال: کیا آج کے دور میں ہمارے طور طریقے غیر مسلم قوموں سے جدا ہیں۔

جواب: آج کے دور میں اگر دیکھا جائے تو طرز زندگی دوسری قوموں ہندو، یہود و نصاریٰ سے ملتی جلتی ہے ہمارا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا اوڑھنا بچھونا اپنے دین کے مطابق نہیں بلکہ دوسری قوموں سے ملتا جلتا ہے یہاں تک کہ آج ہماری نئی نسل کی تعلیم و تربیت ہی یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں کے مطابق ہو رہی ہے۔

سوال: غیر مسلم قوموں کی تقلید میں مسلمان عورت کس حد تک آگے جا چکی ہے

جواب: اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان عورتوں نے اپنا اسلامی و قومی لباس چھوڑ کر پینٹ شرٹ اور اپنی چادروں کو پس

پشت ڈال کر کھلے بالوں کے ساتھ سرعام بازاروں میں گھومنا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے ایک مسلم عورت اور غیر مسلم عورت میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

سوال: پردہ ترقی کا ضامن ہے یا ترقی میں رکاوٹ؟

جواب: آج ہماری مسلمان قوم کی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ پردہ ترقی میں رکاوٹ ہے آج غیر مسلم ممالک بے پردگی کی وجہ سے ہی ترقی کر رہے ہیں لیکن یہ خیال بالکل لغو اور احمقانہ ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس کی طرح واضح ہے کہ جب تک مسلمان مرد و عورت میں غیرت اور شرم و حیا تھی مسلمانوں نے ترقی کی وہ منازل طے کیں جو آج تک کوئی غیر مسلم قوم نہیں کر سکی بلکہ یوں سمجھئے کہ ترقی کی بنیاد ہی مسلمانوں نے ڈالی تھی۔

سوال: مسلمان قوم کے زوال کا سبب کیا ہے؟

جواب: اگر باریک بینی سے تاریخ اسلام پر نظر دوڑائی جائے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان قوم کے زوال کا سبب بے پردگی ہی ہے کیونکہ جب تک مسلمان عورتیں باپردہ باحیاء اور ان کا تعلق اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مضبوط تھا وہ مسلمان قوم کو غیرت مند مجاہد، بہادر، سپہ سالار عظیم حکمران، علماء کرام اور اولیائے کاملین عطا کرتی تھیں لیکن جیسے ہی غیروں کے جال میں آ کر بے پردگی کا سلسلہ شروع کیا تو مسلمان تنزل کے گڑھے میں گرنا شروع ہو گیا یک وہ وقت تھا کہ غیر مسلم مسلمانوں کا نام سن کر لرز جاتے تھے اور آج وہ ان پر غالب آ چکے ہیں۔

سوال: مسلمان کن ذرائع سے دین سے دور کیا جا رہا ہے؟

جواب: ٹی وی، سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعے کفار مسلمانوں کو اپنی انگلیوں پر نچا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ مقصد حیات بھول چکے ہیں، وہ مسلمان جس کے ہاتھ میں کبھی باطل کے خلاف شمشیر بے نیام ہوا کرتی تھی آج اس کے ہاتھ میں شیطانی کھلونے موبائل فون وغیرہ دے کر بہلایا و بہکایا جا رہا ہے وہ مسلمان جو ایک مسلمان بہن کی فریاد کو پہنچتا تھا اور بے غیرتوں مکاروں کا قلع قمع کرتا تھا آج وہ خود اپنی حقیقی بہن کو نیم عریاں لباس کے ساتھ ناچ گانے کی محفلوں میں لے جانے کو اپنی عزت سمجھتا ہے

وہ قوم جو کل تک کھیلتی تھی شمشیروں کے ساتھ
سینما دیکھتی ہے آج وہ ہمشیروں کے ساتھ

سوال: اسلام میں کامیابی کس کو قرار دیا گیا ہے؟

جواب: مسلمان عورتوں نے شرم و حیا کی چادر کو اتار پھینکا ہے اور مردوں کے شانہ بشانہ بازاروں، سینما، پارکوں اور شادی ہالوں میں گھومنے کو ترقی سمجھتی ہیں اور اپنی آخرت کو برباد کرنے میں مشغول ہیں جبکہ فرامین مصطفیٰ اور کلام الٰہی سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اصل کامیابی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری میں زندگی گزارنے اور اپنے ایمان کو دنیا سے سلامت لے جانے میں ہے اصل میں ترقی، کامیابی یہی ہے کہ انسان اپنے نیک اعمال کی وجہ سے عذاب دوزخ سے نجات پا کر جنت الفردوس میں ٹھکانہ پائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا۔

سوال: جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی یا مردوں کی؟

جواب: صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں نے جہنم میں ملاحظہ فرمایا کہ عورتیں جہنم میں زیادہ ہیں۔ اس حدیث مبارکہ سے ان عورتوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اسلام کی مقدس تعلیمات کو نظر انداز کر کے بڑی شوق اور غیروں کے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگی برباد کر رہی ہیں

سوال: مسلمان عورت کس طرح اپنے کھوئے ہوئے عروج کو پا سکتی ہے؟

جواب: تمام اسلامی بہنوں کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں اور ان خواتین اسلام کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں جنہوں نے اپنے کردار سے اور اپنے اعمال سے بلند مقام اور اللہ عزوجل کا قرب حاصل کیا

وہی ہے راہ تیرے عزم وشوق کی منزل
جہاں ہے عائشہ وفاطمہ کے نقش قدم
تیری حیات ہے کردار رابعہ بصری
تیری فسانے آنے کا موضوع ہے عصمت مریم

سوال: اسلام نے عورت کو پردے کا حکم دے کر اسے عزت بخشی ہے یا ذلت؟

جواب: اسلام نے پردے کے ساتھ ساتھ عورت کو وہ حقوق بھی مہیا کیے ہیں جن کے لیے عورتیں قبل از اسلام برسوں سے ترس رہی تھیں اسلام نے ہی عورت کو معاشرے میں بلند مقام پر فائز کیا ہے جس کا اعتراف کرنے پر غیر بھی مجبور ہیں چنانچہ ایک مغربی دانشور مسز اپنی بیسٹ لکھتی ہیں۔

ہم کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے

سوال: ایک ماں پر سب سے پہلی کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک عورت پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام بری عادتوں، برے خیالات اور ناپسندیدہ مناظر سے اجتناب کرے اور اس دوران اپنے دل ودماغ صاف رکھے اور بزرگوں اور قوم کے بہادروں کی سوانح کا مطالعہ کرتی رہے کوئی ڈر خوف یا ایسے واقعات نہ سنے جس سے دل میں برے خیال بیٹھ جائے کیونکہ ایک ماں کے ہاتھ میں آنے والے بچے کا مستقبل ہے جسے وہ سنوار کر معاشرے کا بہترین فرد ثابت کر سکتی ہے یا بگاڑ کر بدترین فرد، ایک ماں اپنے بچے کو وہی بنا سکتی ہے جو وہ چاہتی ہے اسلام نے تو چودہ سو سال پہلے یہ بات ثابت کر دی تھی کہ ماں کی ہر حرکت کا اس کے بچے پر اثر ہوتا ہے لہٰذا اب سائنس کی تحقیقات بھی اس بات کا اعتراف کر رہی ہے

سوال: بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟

جواب: اسلام میں بچوں کی تربیت کے بارے میں بہت زور دیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ جگہ بچوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں اور والدین کو ان کی تعلیم واخلاقی تربیت کا حکم فرمایا ہے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کسی ماں نے اپنے بیٹے کو عمدہ اور بہترین ادب سے زیادہ اچھا ہدیہ نہیں دیا" (ترمذی شریف)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "بچے کا باپ" پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو اچھی تربیت دے اور اس کا اچھا سا نام رکھے"۔

احادیث مبارکہ میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کو آداب اور حسن اخلاق سکھانے کی تلقین فرمائی اور ساتھ ہی والد کو یہ حکم بھی فرمایا کہ بچے کا نام بھی اچھا سا رکھے کیوں کہ بچے کی شخصیت پر اس کے نام کا بڑا اثر ہوتا ہے اسلام بچوں پر بے جا سختی سے بھی منع فرماتا ہے کیونکہ زیادہ سختی کرنے سے بچے ضدی اور ان کے دل ودماغ میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غلط راہ پر چل پڑتے ہیں اس کے برعکس ایسے والدین جو اپنے بچوں کی تربیت محبت وشفقت کے ساتھ کرتے ہیں ان کی اولاد نیک اور حسن اخلاق سے مزین ہوتی ہے اور ایسے بچے جسمانی طور پر بھی صحت مند اور باصلاحیت ہوتے ہیں اسی طرح وہ بچے جو ماں کی محبت سے محروم ہوتے ہیں ایسے بچے جسمانی وذہنی ارتقاء سے مرحوم رہتے ہیں کیونکہ ماں کی گود اور شفقت بھی بچے کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایوننگ نیوز 27 جون 1984ء کی ایک رپورٹ کے مطابق جب ماں باپ سے مرحومی کی وجہ سے بچوں کو ابتدائی عمر میں محبت نہیں ملتی تو ان میں مختلف قسم کے نقائص پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً جسمانی نشوونما کی کمی دماغ کا ہلکا پن۔

سوال: اسلام میں بے حیائی کو روکنے کے لیے کیا احکامات نازل فرمائے گئے ہیں؟

جواب: اسلام نے بے حیائی بے پردگی کی روک تھام کے لیے سختی سے حکم فرمایا ہے لہذا قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''اے رسول ﷺ! دنیا کو کہہ دو کہ میرے رب نے تمام فواحش خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ حرام فرمادیا ہے۔'' اسی طرح اب دنیا بھر میں ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے دنیا بھر میں بے حیائی پھیلائی جارہی ہے پاکستان میں بھی بہت سے شعراء افسانہ نگار سینما گھر ناچ گھر بڑے بڑے ہوٹل موجود ہیں جو فواحش کو پھیلا رہے ہیں اور عذاب الٰہی کے مستحق ہورہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو لوگ اہل ایمان میں فواحش پھیلانا چاہتے ہیں انہیں ہم دنیا وآخرت میں خوفناک عذاب دیں گے''۔

سوال: مخلوط نظام تعلیم کیا ہے اس کے نتائج کس حد تک نقصان دہ ہے؟

جواب: مخلوط نظام تعلیم یعنی طلبہ وطالبات کا ایک جگہ اکٹھا ہونا اور ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنا مغرب کی دیکھا دیکھی پاکستان اور اس کے علاوہ مختلف اسلامی ممالک میں اس نظام تعلیم کو بڑے فخر کے ساتھ رائج کیا جارہا ہے اور اسلامی تعلیم کو نظر انداز کیا جارہا ہے ایک حقیقی مسلمان کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں جہاں کامیابیاں اور کامرانیاں ہیں وہی اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی پر بہت سے نقصانات ہیں جو آج کے دور میں دیکھے جارہے ہیں ایسے اداروں میں طلبا وطالبات کی دلچسپی اپنی تعلیم یا نصاب میں نہیں بلکہ ایک دوسرے میں ہوتی ہے جس سے تعلیمی معیار بہتر نہیں بلکہ بری طرح متاثر ہوتا ہے

جب صحابہ کرام وصحابیات کا پاکیزہ دور تھا صحابہ وصحابیات مسجد میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرنے آیا کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو سختی سے تاکید فرمائی کہ راستے کے کنارے پر چلا کرو تاکہ مردوں سے الگ رہو۔

حمزہ بن اسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ راستے میں مرد عورتوں کے ساتھ مل گئے ہیں آپ نے عورتوں سے فرمایا تم پیچھے رہو تمہارے لئے راستے کے بیچ میں جانا ٹھیک نہیں تم راستے کے کنارے پر چلو چنانچہ اس حکم کے بعد عورتیں بالکل دیوار سے لگ کر جاتی تھی یہاں تک کہ ان کی چادریں دیوار سے الجھتی تھیں۔ یہ تھی وہ پاک صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جو اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک پر دل وجان سے عمل پیرا ہوا کرتی تھیں لیکن آج ہم نے اپنے اس کریم محسن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مفید احکامات کو چھوڑ کر ان کی تنقید شروع کردی ہے جو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔

Reg No: C.P.L.208

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** March 2020

